

فہرست مضامین بابت دسمبر ۱۹۵۳ء

شری برہمانند بی اے پرنٹر و پبلشر نے کوہ نور پریس لال کنواں دہلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "اوم" اندرون اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

ضروری نوٹ

منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط حروف میں (اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں) لکھیں۔ اپنا خریداری نمبر یعنی چِٹ نمبر بھی ضرور درج کریں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں تو صاف الفاظ میں لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں" تاکہ آپ کا نام درج رجسٹر کرنے میں غلطی کا امکان نہ ہو۔

اگر آپ

کسی وجہ سے اگلے سال کے لئے خریدار نہیں رہنا چاہتے تو برائے نوازش ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء تک ہمیں آگاہ کریں تاکہ ہم آپ کو اُپاسنا انک وی۔پی نہ کریں۔ ورنہ ہمیں خواہ مخواہ آٹھ دس آنے کا نقصان ہوگا۔ جس کے اخلاقی طور پر آپ ذمہ دار ہوں گے۔

اُپاسنا انک کیلئے اپنی عقیدت اور شردھا کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی پہلی فرصت میں رعایتی سالانہ چندہ مبلغ ۸/۴/- روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر اپنی نیک کمائی کو سپھل کریں۔

اُپاسنا انک کے مضامین کی تفصیل

یوگ سمادھی اور ساکشاتکار

یہ مضمون مہرشی اربندو گھوش جی برہم لین کا ہے۔ یہ دو حصص میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آتم سمرپن یا اُپاسنا یوگ ہے۔ اور دوسرے حصہ میں یوگ شکتی اور روحانی سادھن ہیں۔ اُپاسنا انک میں یہ مضمون ایک خاص رتن ہے۔ مہرشی نے اس مضمون کو شروع کرتے وقت یہ بتلایا ہے کہ ہم نے اپنی مانوی پرکرتی یعنی انسانی خصلت کو ترقی دیکر دیوی پرکرتی یعنی ایشوری خصلت میں تبدیل کرنا ہے یہ تبدیلی باہر سے سیاسی یا سماجک اصولوں وسدھانتوں کے ذریعے ممکن نہیں اس کا ایک ماتر سادھن اندر سے اپنے آپ میں اور جگت میں بھگوان کو انوبھو کرنا اور اس انوبھو کے مطابق زندگی کو نئے سانچے میں ڈھال دینا ہے۔ گیان درشٹی سے اس کا سار یہ ہے کہ سب نظر آنے والی اشیا میں جن کا ہم کو گیان ہے۔ یعنی منشوں۔ دیووں۔ راکھشسوں۔ پشو پکھشیوں اور دُنیا کے روز مرہ کے واقعات میں ایک ہی برہم کو انُبھو کیا جائے۔ ووہارک اور کرم درشٹی سے اس کا مطلب ہے۔ آتم سمرپن۔ یعنی اپنے آپ کو (اپنا تن من دھن اور سب کچھ جس کو ہم اپنا سمجھتے ہیں) اس سروشکتیمان۔ سروگیہ۔ سروانتیت۔ اننت۔ وشوویاپی۔ پرم پُرش پرماتما کے مکمل طور پر سارا کا سارا ارپن کر دیا جائے۔

اس مضمون کے حصہ دوم میں مہرشی اروندو گھوش جی نے یوگ شکتی اور روحانی سادھنوں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا پُورن یوگ۔ ویدوں کے سناتن اور ابناشی گیان کا سار یا رہسیہ ہے۔ یہ پورن بھکتی۔ پورن گیان اور پورن کرم کا باہمی ملاپ ہے۔ اس کے تین انگ ہیں۔

(۱) پرماتما کے چرنوں میں آتم سمرپن کا سنکلپ اور ابھیاس

(۲) آتم گیان دوارہ اپنے آپ کو شریر سے علیحدہ آتما انوبھو کرتے ہوئے اسنگ اور ساکھشی رہنا۔

(۳) پرماتما کا پورن ساکشاتکار۔ یعنی سب چیزوں کو پرماتما کا روپ دیکھنا۔ ہر جگہ۔ ہر چیز اور ہر پدارتھ میں۔ ہر واقعہ میں بھگوان کو ہی دیکھنا۔ کرم پھل اور کرم کو بھی بھگوان کے ارپن کر کے اگیان۔ اہنکار۔ دوند اور واسنا سے مکت ہو کر اپنے آپ میں اور سارے برہمانڈ میں پرماتما کو انوبھو کر کے شُدھ۔ مکت۔ ستھ ہو کر آنند سے بھرپور رہنا۔

ہمارے دیش میں پراچین کال سے جیو آتما کو پرماتما سے مکت کرنے کے لئے کئی یوگ پرچلت ہیں۔ ان سب میں پرانوں کو روکنا۔ اور مستک یا سر کے کسی حصہ میں برسوں تک دھیان جمانے اور منتروں کے جاپ وغیرہ کا ابھیاس کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ مارگ ہمارے جگیاسوؤں کی توجہ اپنی طرف بہت جلد اور زیادہ کھینچتے ہیں۔ ان کے سادھک کنڈلنی شکتی کے کھلنے کی انتظار میں مدتوں تک گھور تپسیا اور سخت ابھیاس کرتے رہتے ہیں۔ ان کا اپنا ذاتی پُرشارتھ ہی ان کا سادھن ہوتا ہے اور جہاں تک ساکشاتکار کا تعلق ہے۔ یہ پراچین یوگ سمادھی اوستھا میں آتما کے انوبھو کو سادھن کی آخری منزل بتا کر ساکشاتکار کے نام سے ختم کر دیتے ہیں۔ لیکن جو یوگ ودھی مہرشی اروند جی نے اس مضمون میں قلمبند کی ہے۔ اس میں ایسی کوئی سخت اور لازمی ودھی نہیں۔ نہ ہی دھیان کا کوئی خاص روپ یا منتر وغیرہ ہی اس سادھن کا حصہ ہیں۔ کسی آسن۔ پرانایام۔ کنبھک یا چت شُدھی کی ابتدائی تیاری کی ضرورت بھی نہیں۔ یہ یوگ ایک عملی جیون ہے۔ اور یوگ سادھن کے طور پر مہرشی جی نے صرف ہردے چکر پر جہاں جیو آتما کی شکتی مرکوز ہے۔ اپنی توجہ کو یکسو کر کے گہرے دھیان کے ابھیاس کی سفارش کی ہے۔ کیونکہ ہردے کے دھیان میں کامیابی جلدی ہوتی ہے۔ لیکن مستک اور سر میں دھیان کی مخالفت بھی نہیں کی۔..................

اور جہاں تک ساکشاتکار کا تعلق ہے جس منزل یعنی سمادھی اوستھا میں آتما کے انوبھو پر دوسرے یوگ ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ اس یوگ کا صرف ابتدائی درجہ ہے۔ ہم نے اس کے بعد کئی درجے اور عبور کر کے پورن ساکشاتکار پراپت کرنا ہوتا ہے۔ ان سہائک سادھنوں کی وضاحت جن کے ابھیاس سے ہم یوگ میں سدھی پراپت کر کے برہم کا پورن ساکشاتکار کرتے ہیں۔ ....جس کا ذکر اس مضمون میں مفصل درج ہے۔ جو کہ جگیاسوؤں کے لئے بہت لابھدائیک ہے۔ یہ مضمون رسالہ "اوم" کے تقریباً 32 صفحات میں ختم ہوگا۔ اس مضمون کے بعد شری خلیق صاحب کی نظم بعنوان "گیتا کے مصنف سے" درج کی جا رہی ہے۔ جس کے پہلے دو تین شعر حسب ذیل ہیں:-

جو تو اک بار آ جائے۔ تو ہمت کو جواں کر لوں ❊ مقدر کے بیابانے کو پھر سے گلستاں کر لوں
میں اپنے آشیانے کو جو اب کلفت بداماں ہے ❊ ابھی صد غیرتِ خورشید اور رشکِ جناں کر لوں

اُپاسنا کے سادھن

از قلم مہاتما دولت رام جی۔ اپنے اشٹ دیو کے اتینت سمیپ بیٹھنے کا نام اُپاسنا ہے۔ لیکن سب وید شاستر۔ پیر۔ پیغمبر۔ اور مہاتما لوگ یہی کہتے ہیں کہ پرماتما گھٹ گھٹ واسی اور سرب ویاپک ہے۔ سب جگہ۔ ہر وقت۔ ہر شے میں موجود ہے۔ تو لازمی طور پر ہمیں ہماری دیہہ کی ہر ایک نس نس میں۔ ہمارے روم روم میں۔ وہ موجود ہے۔ اسی طرح باہر کے جگت کے ہر ذرہ میں۔ آکاش وایو۔ اگنی جل اور پرتھوی میں۔ لوک اور پرلوک میں۔ گویا ہر چیز میں موجود ہے۔ لیکن یہ کتنا اچنبھا ہے کہ ہم اس کو کہیں دور سمجھ کر اس کے سمیپ جانے کے لئے یتن کریں۔؟

اس پرشن کا حل مہاتما جی نے نہایت خوبی سے اس مضمون میں ورنن کیا ہے اور ساتھ ہی اُپاسنا یعنی پرماتما کے سمیپ بیٹھنے (یعنی اس کو پراپت کرنے) کے کئی آسان سادھن بتائے ہیں۔ یہ چھوٹا سا مضمون ہے لیکن کمال کی چیز ہے۔

ایک آرزو

(نظم) از کوی لوکناتھ جی۔

جو داغ کھا چکا ہوں وہ داغ سب مٹا دیں ؛ جو رنج پا چکا ہوں وہ رنج سب بھلا دیں
شورش سے تنگ آکر طالب سکوت کا ہوں ؛ منظر حسین مرہم ۔ ہر زخم پر لگا دیں
خلوت وہ چاہتا ہوں۔ خلوت فدا ہو جس پہ ؛ قدرت کے سازوساماں۔ المست سا بنا دیں
دامان کوہ میں ہو ۔ اک پُر سکون مسکن ؛ سرسبز ہو بچھونا جھونکے خنک ہوا دیں

یہ اس طرح کے دس شعروں کی شاندار نظم ہے۔ آخری شعر ہے

رخصت ہوں جب ستارے اور آمدِ سحر ہو ؛ تب بھولے بھالے پنچھی آکر مجھے جگا دیں
نغمے سُنا سُنا کر بے خود مجھے بنا دیں ؛ قدرت کے یہ نظارے افسردگی مٹا دیں
اس طرح جاگ کر میں سجدوں میں سر جھکاؤں ؛ اور کاش! تشنہ روح کی میں تشنگی بجھاؤں

ابھید اُپاسنا ۔ از ویدانت کیسری سوامی وویکانند جی برہم لین ۔ اس پرتھوی کی آبادی کے نوّے فیصدی لوگ بھید اُپاسنا کرتے ہیں یعنی اپنے آپکو ایشور کا سیوک ۔ داس یا پُتر سمجھتے ہوئے اُسکی اُپاسنا پوجا اور بھگتی کرتے ہیں یوروپ امریکہ اور مغربی ایشیا کے لوگوں کا یہی مذہب ہے۔ اور ہمارے دیش میں بھی زیادہ مت متانتر اس بھید اُپاسنا کو ہی کرتے ہیں۔ یہ سب دویت وادی کہلاتے ہیں۔ یہ دویت وادیا بھید اُپاسنا ابتدائی اوستھا میں اکثر ضروری ہوتی ہے۔ اس میں بہت سی چیزیں اچھی ہیں۔ مثلاً ہر چیز کو ایشور کی ہی سمجھنا ایشور سے صرف پریم کرنا اور کچھ نہ مانگنا اپنے آپکو ایشور کے حوالے کرکے بے فکری کی نیند بسر کرنے کی کوشش کرنا۔ گو یہ سب باتیں اچھی ہیں لیکن اصلی سچائی سے یہ دویت وادی بہت دُور ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو پاپی کمزور اور مُورکھ کہتے ہیں۔ یہ سنسکار بڑے خطرناک سنسکار پیدا کرتے ہیں۔ اور انسان کے من کو اتنا کمزور اور ناقص بنا دیتے ہیں۔ کہ وہ اصل سچائی کو گرہن نہیں کر سکتے۔

ابھید اُپاسنا ہی صحیح پرارتھنا ہے۔ جو کہ ہمیں ویدانت سکھاتا ہے۔ اور یہی ہمیں ہر وقت کرنی چاہئے۔ اس سے انسان میں قوت ارادی بڑھتی ہے اور پاپوں کے سنسکار ختم ہوتے ہیں۔ اس ابھید اُپاسنا کا ورنن اس مضمون میں سوامی جی نے نہایت واضح الفاظ میں کیا ہے۔ جو کہ آتم جگیاسوؤں کے لئے بہت لابھ دایک ہے۔

جانِ محفل ۔ (نظم) از خلیق صاحب بڈھانوی۔

دلِ رُبا میرا حریم دل میں ہے ؛ کون کہتا ہے کہ وہ محمل میں ہے
کس لئے تنہائی میں ڈھونڈوں اُسے ؛ جانِ محفل تو یہیں محفل میں ہے

اُپاسنا کیسے کیجائے ۔ یہ مضمون شری دھرم پال جرنلسٹ نے قلمبند کرکے ارسال فرمایا ہے اس میں چھاندوگیہ اپنشد کٹھ اپنشد۔ پرشن اُپنشد۔ شونیا شتر۔ وغیرہ کی کتھاؤں کا سار نکال کر رکھ دیا ہے اُپنشدوں میں جتنے پرکار کی اُپاسناؤں کے طریقے درج ہیں۔ اُن سب کا انحصار اس مضمون میں دیکھئے۔

پانچ ضروری سوال ۔ از قلم رائے صاحب لالہ ہرگوبند جی ریٹائرڈ پی سی۔ ایس۔ مُنش کے لئے پانچ ضروری سوال ہیں جن کا حل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اس کا مُنش جنم ہرگز سپھل نہیں ہوسکتا۔ (۱) میں کون ہوں۔ جسم ہوں یا کہ آتما ہوں؟ (۲) پرماتما کیا ہے؟۔ (۳) پربھو بھگتی کا کیا سروپ ہے؟ (۴) اس زندگی کا مقصد کیا ہے۔؟ (۵) پاپ یعنی گناہ کیا ہے؟ ان پانچوں سوالوں کا حل رائے صاحب نے نہایت شاندار نظم میں قلمبند کیا ہے۔

میں گرہست نہیں کروں گا ۔ از قلم لالہ کانشی رام جی چاولہ۔ مہرشی وید ویاس جی کے سپتر شری شکدیو جی کو جب سنسار سے ویراگ

ہوا تو اُنہوں نے گرہست آشرم کا تیاگ کر کے سنیاس آشرم میں پرویش کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ لیکن شری وید ویاس جی نے اُن کو گرہست آشرم میں رہ کر دھرم مریادا کو پالنے کی تلقین کی۔ اس مضمون میں گرہست آشرم اور سنیاس آشرم وغیرہ کے دھرموں پر باپ بیٹے میں بحث ہے۔ بہت ہی دلچسپ مضمون ہے۔

فاختہ۔ (نظم) از قلم شری نوبت رائے جی شوخ۔ مظلوم کی رکھشا کے لیئے بھگوان کس طرح مدد کرتا ہے۔ یہی اس مضمون کا مفہوم ہے۔

پریم وشواسی اُپاسک۔ مہابھارت کی ایک پر سدھ کتھا۔ مہاتما ایک لویہ کی گورو دکھشنا کا منظر۔ از قلم پنڈت آسانند جی مخدوم۔

حضرت عیسیٰ مسیح کا امر اُپدیش۔ از ایڈیٹر، **توہی تو** (نظم) از کوی لوکناتھ جی دل

تو غنچوں کی چٹک میں کلیوں کے پیرہن میں ❊ تو شاخ کی لچک میں پھولوں کے بانکپن میں
تو برگِ سبز تر میں۔ تو رنگ یاسمن میں ❊ خاشاک و خار و خس میں نرگس میں نسترن میں
جلوہ نما ہے تو ہی ہستی کے اس چمن میں

اُپاسنا شکتی۔ از شری ہری رام جی جتہ۔ انگلستان کے فیاض اور فرشتہ سیرت بادشاہ آرتھر کا آخری اُپدیش موت سے ڈرنے والوں کے لیئے ایک راحت بخش پیغام۔

دُعا کا آسرا (نظم) از قلم پنڈت رشی پٹیالوی۔

جہاں عاجز نظر آتا ہو زورِ عقلِ انسانی — جہاں اُمید کا حاصل نہ ہو کچھ جُز پشیمانی
جہاں تدبیر کی مٹی خراب و خوار ہو جائے — جہاں انسان کا شورِ فغاں بیکار ہو جائے
وہاں سنتے ہیں رہتا ہے خدا کا آسرا باقی — رشی ایسے میں ہوتا ہے دُعا کا آسرا باقی

اُپاسنا وِدھی۔ از چاولہ صاحب پربھو پراپتی کے انگنت (بیشمار) سادھن۔ اس مضمون میں درج ہیں۔

پرارتھنا کے بھجن "ہے دیا مئے ہم سبھوں کو شُدھتائی دیجیئے۔" ایسے دو تین بھجن درج کیئے جا رہے ہیں۔ جو سندھیا کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

دُنیا کی حقیقت کا نقشہ۔ منشی سورج نرائن صاحب مہر کی ہر دلعزیز پیتک چہل درویش کی ایک شاندار کتھا۔

تم ٹھکرا دو یا پیار کرو۔ (از قلم مخدوم صاحب (ہندی کی شاندار کویتا)

منتروں میں شکتی۔ .... از ایڈیٹر

جین دھرم میں دھیان کی وِدھی۔ از ایڈیٹر۔ جین دھرم کے **آخری تیرتھنکر** شری مہاویر بھگوان کا جیون چرتر۔

از قلم شری مدن لال جین۔

سچے تیاگی جین مہاتما۔ ایضاً

اُپاسنا کے بھید۔ از شری حکم چند جی متر اپادھیائے شاستری۔ گیانی۔

عبادتِ حق۔ شری خلیق صاحب پٹھانوی۔

پریم دیوانی شبری۔ (ڈرامہ) از قلم شری سوامی آکھنڈ آتمانند جی پارس (سابق ڈاکٹر پارس ہومیوی) سچ مچ ناٹکی دُنیا میں آنیوالا یہ ایک اچھوتا اور انوکھا ڈرامہ ہے۔ ناٹک کھیلنے والوں کے لیئے بہت ہی کمال کی چیز ہے بھگتوں میں جو درجہ بھیلنی شبری کو حاصل ہے وہ جگت وکھیات ہی ہے۔ شری پارس جی کے بے مثال ڈرامے رسالہ "اوم" میں پیشتر ازیں شائع ہو چکے ہیں۔ جنکی مانگ آج تک جاری ہے۔

مثلاً بھرت کا بھراتری پریم۔ پاپ کا باپ۔ دیوانی رادھا کا۔ آنسو۔ ویوگی رام تیاگی رام۔ ویر ابھیمنیو۔ ستی ساوتری۔ ویر بالا۔ چنڈی اوتار۔ پورن گورو۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ ڈرامہ پریم دیوانی شبری بھی کمال کی چیز ہے۔ پڑھتے پڑھتے پریم کے آنسو آجاتے ہیں۔ رام بھگتوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ ہم پارس جی کا اس کے لئے اتی دھنیہ باد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اُپاسنا انگ کی شان کو دو بالا کرنے والا۔ ایک لاجواب ڈرامہ ہے۔ اس کے لئے گیتا پریس گورکھپور سے سہ رنگی تصویر منگوائی جا رہی ہے جس میں بھگوان رام اور شبری کے درشن ہیں۔

شردھا کے پھول۔ (منظوم) از پنڈت گوپال داس جی شرما مخلص۔

بڑا خوش بخت خجستہ وہ انسان ہوتا ہے۔ کہ جس کے دل میں تیری دید کا ارمان ہوتا ہے۔ جو سچے دل سے تیری راہ میں قربان ہوتا ہے۔ کہیں بڑھ کر فرشتوں سے بھی وہ انسان ہوتا ہے۔

ساکار اُپاسنا کا مہتو۔ شری آسا آنند جی شرما۔

سولہ سنسکار اور اس کا سمے۔ ایڈیٹر۔

یوگ سے پرماتما کی پراپتی کا ورنن۔ ایڈیٹر۔ (مہابھارت سے)

سار شبد کی مہما (منظوم) مہاتما منگت رام جی۔ یوگیراج

اُپاسنا کے راستہ میں روکاوٹیں۔ از لالہ کاشی رام جی چاؤلہ۔

ایشور پراپتی۔ مہاتما شوبرت لال جی برہم لین۔

بدنصیب گائے۔ (نظم) منشی تلوک چند صاحب محروم

دنیا میں رہ کے ہیں نے صدمے جو ہیں اٹھائے ⁂ میں تجھ کو گر سناؤں! تو سن کے سہم جائے

دریائے شیر کل تک جس گھر میں بہائے ⁂ اب خوں بہیگا میرا اس گھر میں ہائے ہائے!

ہوگا ثواب اعظم گر تو مجھے بچائے۔

او جانے والے! میں ہوں۔ اک بدنصیب گائے

پرماتما کے پرتکھش درشن۔ از ایڈیٹر۔

مانس آہار نشیدہ۔ از حکیم رسیلداس جی مضطر۔

دو شتی کون۔ شری ستیہ پال پریمی۔

بھگتی یوگ۔ شری سوامی شیوانند جی رشی کیش

وطن کے نوجوانوں سے۔ شری ہر کلدیپ سنگھ بھاٹیہ۔ بی اے۔

اُپاسنا اور سائنس۔ رائے صاحب لالہ ہرگوبند جی۔

کوچ کا نقارہ۔ حکیم رسیلداس جی مضطر۔

راہ حقیقت۔ شری آنند کپور۔

پریم پرارتھنا۔ شری نوبت رائے جی شوخ۔

آدرش آرتی۔ شری کلبھوشن رائے جی صابر۔

گیتا کے مصنف سے۔ شری خلیق صاحب۔

نوٹ۔ اس جگہ کئی مضامین بوجہ عدم گنجائش درج نہیں ہو سکے۔ نامہ نگار صاحبان کسی غلط فہمی میں پڑ کر انکے لئے فضول خط و کتابت کریں۔

اُپنشدوں کا مہامنتر

از قلم مہاتما بھاگ مل جی سیانی

اے امرت پُتر! اِس وقت ممکن ہے تُو یہ بات نہ مانے مگر ضرورت کے وقت رام اور کرشن کا پیدا کرنیوالا تُو آپ ہی ہے۔ یعنی جس کو کلکی اوتار کہا جاتا ہے اس کو تُو خود ہی ضرورت کے وقت پیدا کرتا ہے۔ تیری شان اور بزرگی کا بیان کِس سے ہو سکتا ہے دیوتا اور فرشتے معذور ہیں۔ برہما بھی شائد یہ حوصلہ نہ کر سکے تُو آتما کے پہلو سے دائم ست ہے تیرے لئے ایسا کوئی وقت نہیں جس میں تو موجود نہ ہو اگر تیری ہستی نہ ہو تو زمانہ اپنی ہستی کیونکر رکھ سکتا ہے تیری ہستی سے ہی وہ ہست سا ہو رہا ہے۔ زمانہ تجھ میں ہے نہ کہ تُو زمانہ میں۔ جب تُو اپنی طاقت (پرکاش) من کو دیتا ہے تو پھر وہ سوچتا ہے اور زمانہ کی پیدائش ہوتی ہے اگر تُو من کو اپنی طاقت مستعار نہ دے تو پھر سوچتا ہی نہیں جب سوچتا ہی نہیں تو زمانہ بھی نہیں۔ پھر تُو اپنے آپکو زمانہ کی قید میں کیوں خیال کرتا ہے یہ تیرا ایک ظہور ہے اور اپنی ہستی کے لئے سراسر تیرا محتاج ہے تُو تو لامحدود ہے تیرا آغاز و انجام ہی نہیں اسلئے تو سدا زمانہ کی قید سے مبرا و معرا ہے۔ تو کسی دیش میں بھی نہیں بلکہ زمانہ کی طرح یہ بھی تیرا ایک ظہور ہے۔ دونوں جڑ (بے پرکاش) ہونے کی وجہ سے خود بخود ثابت نہیں۔ کسی ہستی سے ہی جانے جاتے ہیں۔ جب تک ان کے جاننے والا تُو خود موجود نہ ہو اُن کے ہونے کا خیال ہی کیوں کر ہستی رکھ سکتا ہے تُو ابھی آتما کے پہلو سے بہیں خود کمال ہے مرنے کے بعد کمال پانے کا خیال سراسر دھوکہ ہے۔ تو آتما ہے۔ تجھ میں الوہیت کے اوصاف موجود ہیں تجھ میں طاقت ہے تجھ میں زور ہے موت و فکر کے خیال کو اپنے اُوپر غالب نہ آنے دے۔ آتما موت و فکر دونوں سے آزاد ہے۔ تیری حیثیت در اصل اس قسم کی ہے جس کے اپنے اندر امرت کی دھارا بہ رہی ہے اور پھر بھی اُس کو زندگی کے لالے پڑے ہوں وہ در اصل تُو ہے اور مایا اور اگیان نے اس طرح تجھ کو دبوچ رکھا ہے کہ تو اپنی اصلیت کی طرف ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا تجھ کو اپنے آتما کی خبر نہیں مرنے کے بعد شخصی طور پر آئندہ زمانوں میں قائم رہنے کی خواہش مرضِ خودی ہے انفرادی بقا کا خیال سراسر بھول ہے سب سمجھی ہے جُداگانہ ہستی دائم محدود تغیر پذیر اور فانی ہے۔ اس لئے مرنے کے بعد شخصی بقا کی خواہش صرف تاریکی اور جہالت میں اُٹھا کرتی ہے نرک سورگ جنم مرن کے خیالات اور سوالات محض خودی کے دھوکے ہیں تجھ لا محدود آتما میں "گذرنا" نہیں۔ جو مورکھ پُرش امر ہونے کے معنی آئندہ زمانوں میں انفرادی طور پر سدا ہی بنے رہنے کے سمجھ رہے ہیں وہ محض غلطی پر ہیں وہ صاف طور پر اپنے جسم کے لئے ہی ابدی زندگی ڈھونڈ رہے ہیں۔ سہ

ایں خیال است و محال است و جنوں

اپنے جسم کی چھوٹائی، کمزوری اور بے بسی کو ہی محسوس کر کے تجھے ایک قیاسی بیرونی ہستی کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اُس کے آگے روتا اور گریہ زاری کرتا ہے۔ اے امرت پُتر! تیری ہستی لامحدود ہے وہ کسی کی غلام نہیں ہے وہ ہر پہلو پر سدا پُورن ہے تو ہی محدود شکل کا سہارا اور مالک ہے۔ تیری آتما (ہستی) میں خالق و مخلوق کی سمائی نہیں۔ کُل موجودات تیری روحانی ذات کا جلوہ ہے جو عین محبت عین نُور عین سرور ہے۔

وہم خودی میں پھنسکر تُو اپنے آپ کو خُدائے حقیقی سے جُدا سمجھ رہا ہے۔ جب تیری نگاہ خودی کے دھوکے سے باہر آئے گی تو تجھے صاف صاف معلوم ہوگا کہ تیری ہستی کے سوا دوسرا کچھ ہے ہی نہیں۔ وہم خودی میں مُبتلا ہوکر تو کچھ نہ کچھ بنکر اپنے لیئے ترقی چاہتا ہے کچھ بننے کے اندر اس کے مٹنے کا خیال سدا مخفی رہتا ہے۔ اس لیئے خاص صفات، حاصل کرنا اور ترقی کی اُمنگ دونوں دھوکے ہیں کیُونکہ "بننا" اور "مٹنا" متضاد چیزیں ہیں۔

تو خیالات! جذبات' اور ارادات سے بالاتر پاک ہستی نُور منترہ اور سرورِ خالص ہے سب کچھ تجھ سے تیرے اندر تیرے سہارے تیرا اپناہی ظہور ہے تُو عین خود کمال ہے اس لیئے ہی تو تُو اپنے جسم کے نقائص کو جانتا ہے۔ ترقی' تنزلی تیرے ظہور میں ہیں تیری ہستی میں ان کی سمائی نہیں۔ تو فاعلیت سے مبّرا ہے لیکن جملہ افعال کا سرچشمہ بھی تُو ہی ہے۔

تُو ایک ذات واحد اور دائما اور ذاتی ماہیت سے ہی مُکت سروپ ہے۔ مسجدوں اور مقامات، مقدسہ میں تو کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے تو ہر شے کے اندر نواس کرتا ہے تیرا ظہوری جسم رہے یا نہ رہے۔ تجھے کیا پروا۔ خواہ تیرے سر پر کوئی خاک ڈال دے یا پھولوں کی ٹوکری۔ تیرا اس سے نہ کچھ سنورتا ہے۔ نہ بگڑتا۔ تو اپنی ہستی سے آپ ہست اور اپنا آپ سہارا ہوتا ہوا سب کا سہارا ہے تو حقیقت لامحدود ہے کیوں آپ کو محدود مانکر گریہ زاری کررہا ہے تو غیرفانی اور سدا مقدس ہے۔ جب تُو اگیان سے اپنے آپ کو ایک جسم مان لیتا ہے تو تیری زمانی طور پر دائم رہنے کی خواہش ہوتی ہے جو امر محال ہے۔ تیری ذات ہر طرح سے پاک اور اکال مورت ہے۔ تجھ میں موت پیدائش نہیں۔ تجھ میں کوئی بیماری ہے نہ کسی قسم کی مصیبت۔ تیرا حال غیر محدود

آکاش کا سا ہے جس پر خیالات، جذبات اور ارادات کے بادل آن کی آن میں چھا جاتے ہیں گھڑی بھر رہ کر پھر غائب ہوجاتے ہیں۔ مطلع پھر ویسے کا ویسے ہی صاف نظر آتا ہے۔ ناپاکی کا خیال چھوڑ۔ تو تقدس مآب ہے پیدائش اور موت کے خیال سے پلّہ چھڑا۔ تو من سے پرے ہونے کے باعث زماں و مکاں اور علت کے احاطہ سے باہر ہے قائم بالذات ہے تیری کوئی علت نہیں۔ تو علت و معلول سے بھی اوپر ہے من بُدھی بذات خود روشن نہیں اسی لیئے ہی تو اُن میں زوال ہے تو ذاتی ماہیت سے نُور و سُرور ہے۔ اسی لیئے ہی تو تجھ میں زوال کو راہ نہیں۔ جس میں نُور کہیں باہر سے آئے وہ کبھی روشن ہوتی ہے اور کبھی تاریک تجھ ذاتِ نوری سے کون نور نکال کر کہیں لے جاسکتا ہے یا دے سکتا ہے۔

تو آفتاب حقیقت ہے تُجھ سے جملہ عالم روشنی مستعار لے رہا ہے تُو حقیقت میں قانون قدرت کی حد سے بھی باہر ہے قدرت کے قوانین حاوی کُل ہیں لیکن تیری ذات برہم کے آگے جُزوِ ضعیف ہیں تو کسی بیرونی قانون کا غلام نہیں قدرت غیر محدود نظر آتی ہوئی بھی تجھ ذات آتما کے سامنے محدود ہی ہے تو مانند ایک بحر بیکراں ہے، اور قدرت اس بحر کا ایک قطرہ ہے چاند سورج وغیرہ تجھ غیر محدود ذات کے مقابلے میں حباب محض، ہیں۔ تو کسی کی مت پرواہ کر۔ چھوٹے چھوٹے دیوی دیوتاؤں سے کیا مرادیں مانگتا ہے جبکہ ساری پرکرتی تجھ سے ہی پرکاش مستعار لے کر تجھ شہنشاہ دو عالم کو خوش کرنے کے لیئے مجرا کررہی ہے تجھے کسی رسُوم کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں تجھے کسی طریقے کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ تو نے حقیقت میں کچھ کھویا ہی نہیں۔ جو چیز گُم ہی نہیں ہوئی اس کی تلاش میں کیوں پریشانی اُٹھاتا ہے۔ تیرا آنند آتما جُملہ روشنیوں اور قدرت کی حیرت انگیز طاقتوں کا اکھنڈ بھنڈار ہے تیرا آنند آتما ہی گذشتہ موجودہ اور آئندہ ظہورات کا

سرچشمہ ہے۔ تو فاعلیت سے بالکل پاک ہے تیری محض نزدیکی سے ہی پران اندرے جسم وغیرہ اپنا اپنا فعل کرتے ہیں خواہش کوشش زور آزمائی شخصی وجود سے تعلق رکھتے ہیں فاعلیت کی مانند تو مقبولیت سے بھی اوپر ہے۔ فعل افعال کا تعلق خودی سے ہے۔ ایک صورت دوسری صورت پر ہی اثر کر سکتی ہے۔ تجھ پاک آتما پر نہیں۔ پانی کی ایک لہر دوسری لہر کی صورت میں تبدیلی کر سکتی ہے۔ ذات پانی پر نہیں۔

تو پانچ کوشوں کی موجودگی اور غیر موجودگی اُن کے ظہور و اخفا، عمل بیکاری کا شاہد ہے۔ تجھ شاہد کی ہستی میں کون شک و گمان کر سکتا ہے۔

تو نادان ہے۔ تجھ کو خبر نہیں تو ناحق خوف سے اور شک و شبہ سے اپنے کان بند کئے ہوئے ہے، آنکھ کھول۔ اپنے سروپ کو دیکھ تاکہ تجھ میں اصلی برہم کی طاقت آئے۔

۳۵ جیون کے خیال سے صاف صاف انکار کر کیونکہ اس سے بڑھکر دردخیز اور خوفناک دوزخ نہیں۔ موجودہ ذلیل مکروہ اور تیرہ و تاریک "جیون" کی حالت سے نکل کر اپنے ذاتی کمال اور آقائی فطرت کی طرف بڑھ، بھول بھرم کو چھوڑ اپنے شُدھ بدھ سروپ کو یاد کر تو آپ مکت ہے "جیون" کے باعث تو چاروں شانے چت ہو کر جہالت اور غلامی کا گھر بن رہا ہے۔ اس پر ٹھہر جانا آتم گھات ہے اور اپنی ذات سے صاف صاف انکار ہے۔ وید مقدس تیری حمد و ثنا میں ترانہ سنج ہے۔

"پرگیانم برہم" "اہم برہم اسمی" "تتو مسی" "ایم آتما برہم" "سوہم اسمی"

---

۳۶ "تو اودیا کی ندی میں ڈانواڈول عکس اپنے تئیں مت مان۔ مانا کہ لکھوکھا اصول پر تیرا پرتو پڑ رہا ہے پر بیقرار لہروں کے باعث اپنے تئیں ٹکڑے ٹکڑے سمجھ بیٹھنا

یہ تیری تعریف ہے کسی غیر کی نہیں اگر تجھ میں روحانیت کا خیال اور دائمیت کا یقین ہو جائے تو پھر تُو پاپ کا جملہ بوجھ سر سے اُتر جائے۔

کون کس کا دوست، کون کس کا دشمن تُو اپنے آپ دوست تو اپنے آپ دشمن۔ غلط فہمی جہالت اور نادانی نے تجھکو مصیبت میں پھنسا رکھا ہے اگر ایک مرتبہ یہ خیال دل میں جم جائے کہ "میں آتما ہوں" تو ابھی جملہ دکھوں کا ستیاناس ہو جائے اس لئے اپنی ذات آتما کا تصور کر اس پر مکمل وشواس کر بزدل نہ بن اپنی اصل ذات میں چمک جیون مکت ہو جا سیٹھیاں بجا کیونکہ تو امر آتما ہے اُس کو اپنی ذات کرکے محسوس کر اور شاعر کیساتھ گا۔

میں آنند ہوں دُکھ نہیں مجھ میں ہمدم
سدا مکت ہوں بندھ کا کچھ نہیں غم
میں پورن ہوں مجھ میں کہاں بیش اور کم
شوہم۔ شوہم۔ شوہم۔ شوہم

یعنی چہ! ہائے جانِ من! سے
قتل بے شمشیر تم ہو گئے
آئینہ دکھا دیا دو ہو گئے"

بھلا اتنا تو بتلاؤ — تم ہو کہ نہیں"؟ ہائے میں صدقے، دشمنوں کو "نہیں" کہنے والے کی زبان پر پھپھولے پڑیں! تم ہو۔ ضرور ہو۔ اگر اودیا کے دم میں آکر تمہارے مُنہ سے بہکی بہکی باتیں نکلنے لگ پڑیں اور تم بول اُٹھو کہ "میں نیست ہوں۔" "عدم محض ہوں" "میں نہیں ہوں" وغیرہ تو تمہارے اب کہنے میں تمہاری ہستی اظہر من الشمس ہے۔ ذرا خیال تو کر دیکھو "میں نہیں ہوں" اس خیال کو روشنی دینے والا (اس کا شاہد)، تمہارا اپنا آپ جوں کا توں قائم بالذات رہے گا۔ بس اگر تمہارا "اپنا آپ" ہے" اور "نہیں" کہ نہیں ہو سکتا تو تم خود سدا سلامت نراکار سورج ہی ہو عکس کسی طرح نہیں ہو سکتے کیونکہ عکس تو مِتھیا ہے جھوٹ ہے وہم و گمان ہے۔ اے آنکھ تو خدا را جوئی ہر جا۔ چہ تو خدا نہ؟ خدائی برخدا"

تو ہی تو

مطلوب بھی طالب بھی تو اور روح بھی قالب بھی تو
محمول بھی حامل بھی تو امی بھی تو کامل بھی تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

اندر بھی تو باہر بھی تو پوشیدہ بھی ظاہر بھی تو
دانا بھی تو ناداں بھی تو غمگیں بھی تو شاداں بھی تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

توہی زمین اور آسماں تیرا ہی سب کون و مکاں
توہی عیاں توہی نہاں کیسے کروں تجھ کو بیاں
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

جنگل بھی تو دریا بھی تو سرسبز بھی صحرا بھی تو
شور شغب سنساں بھی تو ویراں بھی تو لہرہ بھی تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

زن مرد اور پیر و جواں دیوار و در کون و مکاں
یہ مہر و ماہ یہ آسماں یہ بحر و بر کوہ گراں
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

ہے آندھی اور طوفان تو خاموش اور سنسان تو
یہ برق و باراں تجھ سے ہے ہر چیز کی ہے جان تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

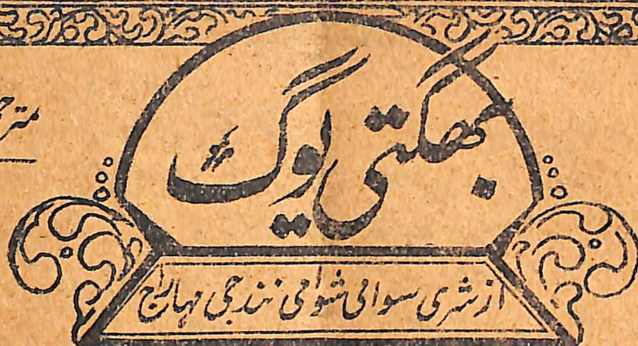
ہر فرد کا ایماں ہے تو ہر درد کا درماں ہے تو
ہر غرض کا ساماں ہے تو مشکل کشا آساں ہے تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

غائب بھی تو وارد بھی تو بھگوان بھی نارد بھی تو
صوفی بھی تو عابد بھی تو مستانہ و زاہد بھی تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

ہے پات بھی ڈالی بھی تو اور پھول بھی مالی بھی تو
ادنیٰ بھی تو اعلیٰ بھی تو وارث بھی تو والی بھی تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

انجام تو آغاز تو سوز تو اور ساز تو
ظاہر بھی تو اور راز تو صابر کی ہے پرواز تو
تیرا ہی جلوہ کو بکو تیرے سوا کچھ بھی نہیں

مترجم: کملیش جگرانوی



ایشور پریم کا مجسمہ ہے۔ اس پر آپ کو پورن وشواش ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ پریم اُس کے انگ انگ سے نکلکر تمہیں پوتر کرنے آرہا ہے۔

صرف پریم کا کرتویہ نبھانے کے لئے پریم کرنا، ایشور کی بھگتی کے نام سے موسوم ہے بھگت کو اپنے پیارے بھگوان کی ہی چاہنا ہے اور اس کے بغیر ایک پل بھی ایک یُگ ہے۔ اس کے بغیر تسکین نہیں، چین نہیں، صبر نہیں۔ اور بقول غالبؔ

مجھے جنوں نہیں غالبؔ ولے بقول حضور　۔ شعر ۔　فراق یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو

جب آپ کو یار کے فراق میں تسکین ہوتی نظر نہیں آئے گی اور جب آپ یہ شعر بے ساختہ کہہ اُٹھیں گے کہ ع
فراقِ یار میں تسکین ہو تو کیوں کر ہو۔ تب میں سمجھوں گا کہ اب آپ میں پریم کا رشتہ نبھانے کے لئے طاقت کا انبار ہے۔

اس دُنیا میں بھگتی سے زیادہ کوئی چیز بڑی نہیں، کوئی چیز پوتر نہیں، کوئی چیز نربل نہیں... کیونکہ بھگتی کی پیدائش کیلاش پتی کے سینے سے ہوئی ہے۔ یہ بھگتی امن۔ تہذیب وتمدن۔ پریم اور اتحاد و یگانگت کی علمبردار ہے۔ بھگتی بیج ہے۔ شردھا کو پھول سمجھو۔ غیر کی سیوا سے یہ نشو ونما پاتی ہے۔ اور پرماتما کے درشن کے لئے بھگت کو بیقرار کر دیتی ہے۔ اور وہ ہر چیز میں اُسی کی حقیقت کو دیکھتا ہے۔ کبھی وہ پریم سے دیوانہ وار ہو کر گا اُٹھتا ہے۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا۔ کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا،　صورتِ گُل میں کھلکھلا کے ہنسا بشکل بُلبل میں چہچہا دیکھا
کہیں ہے بادشاہ تخت نشیں، کہیں کاسہ لیئے گدا دیکھا　کہیں عابد بنا کہیں زاہد۔ کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کر کے دعوے کہیں انا الحق کا۔ بر سر دار وہ کبھی دیکھا

بھگتی دو پرکار کی ہوتی ہے۔ ایک اپرا اور دوسری پرا۔ مندر میں جا کر دھوپ۔ دیپ، آرتی اور پوجا کرنا اپرا بھگتی ہے۔ پرا بھگتی میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ پرا بھگت اپنے پیارے بھگوان میں کھو جاتا ہے۔

جہاں پریم کی بہت زیادہ لو دیکھی۔ وہاں بھگت اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ صرف اس کا پیارا محبوب اُس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے بھگت پریم سے ویاکل ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے بھگوان۔ اے میرے پیارے میری آنکھوں کے سامنے آ۔ تو کیوں چھُپا جاتا ہے۔ کیا تجھے میری بھگتی پسند نہیں۔ کیا تجھے میری الفت بھاتی نہیں، یہاں میں ہی ہُوں اور کون ہے بتا۔ مجھ سے شرم کیسی میں تو تیرا پیارا بھگت ہوں۔ اور پھر یہ کیا کہ

حجاب منہ سے حیا منہ سے عار ہے منہ سے　۔　اس انجمن میں بتا اور کون ہے میں ہُوں

پرا بھگتی اور گیان میں بھید ہے ہی کہاں؟ بھگتی کا وکاش تو گیان سے ہی ہوتا ہے۔

بھگتی کا وکاش پھول کی طرح دھیرے دھیرے اور لگاتار ہوتا ہے۔ اپنے ہردے کے باغ میں اس پھول کا وکاش کرو۔ شردھا بھی ضروری ہے۔ شردھا میں طرح طرح کے چمتکار ہیں۔ پہاڑوں کو بھی شردھا کی طاقت سے ہلایا جا سکتا ہے۔ جہاں دلیل۔ ترک اور عقل کا داخلہ ممنوع ہے۔ وہاں آپ کو شردھا ہی لیجا سکتی ہے۔ اس کے کام میں ترک اور بُدھی کام نہیں دیتی ہے۔

"وہاں نہ عقل کا دخل ہے نہ ہرگز دلیل کا۔"

اس گنجینہ بھوی میں کوئی سرٹیفکٹ، کسی بھی یونیورسٹی کا کام نہیں آسکتا۔ وہاں شردھا کا سرٹیفکٹ درکار ہے۔ اگر ہے تو آپ بلا روک ٹوک داخل ہو سکتے ہیں۔ آپکو کوئی بھی چیک نہیں کر سکتا۔ آپ کا سرٹیفکٹ کوئی بھی جابر چھین نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ سرٹیفکٹ کاغذ کا پُرزہ نہیں۔ وہ شردھا کا سرٹیفکٹ ہے۔ اور ہر وقت آپکے ساتھ ہے۔ ہر وقت آپ کی جیب میں ہے۔ اگر آپ کو انتظار بھی کرنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر آپ کی باری نہیں آئی تو کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ ؎

بیٹھے ہیں در پہ تیرے کچھ کر کے اُٹھیں گے　؎　یا وصل ہی ہو جائے گا یا مر کے اُٹھیں گے

جپ کیرتن - پرارتھنا - سنت سیوا اور سوادھیائے سے بھگتی کو آسان ترین بنایا جا سکتا ہے۔

ساتوک آہار بیوہار سے بھگتی کا اور زیادہ پرکاش ہوتا ہے۔

بھگت کے لئے صحبت بد اُس کے ناش کا کارن ہے۔ صحبت بد کا تیاگ ضروری ہے۔

سادھو سنگت سے بھگتی میں ایک نئی سپرٹ ڈالی جا سکتی ہے۔

ہمیشہ یہی پرارتھنا کرو۔ اے بھگوان۔ میں آپ کو ہمیشہ جپتا رہوں۔ میں آپ میں ہمیشہ مست رہوں۔ مجھے اپنی بھگتی شردھا اور پریم کا وردان دیجئے۔ میرا من ہمیشہ آپ کے چرنوں میں لگا رہے۔ اور میں سدا آپ کے ہی قریب رہوں۔ اور میں کسی دوسرے کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں بھی نہ۔ تیرا ہی ہر وقت دھیان رہے۔ میں تجھ میں ہی ملجاؤں۔ کھوجاؤں اور حتیٰ کہ تم میں ہی تحلیل ہو جاؤں یہاں مجھے اپنی ہستی کا بھی پتہ نہ چلے۔ صرف تیرا ہی پتہ چلے۔ اور صرف تیرا ہی ؎

وہ دن خدا کرے کہ خدا بھی یہاں نہ ہو　؎　میں ہوں صنم ہو اور کوئی درمیاں نہ ہو

نام ہی سب کچھ ہے۔ آشریہ۔ متر اور گھر بار سب کچھ نام میں ہی تو ہیں۔ نام ہی آبحیات ہے۔ نام اور نامی میں فرق کہاں! اپنے اشٹ دیو کا ایک چتر اپنے سامنے رکھ کر، اُنکے کسی بھی انگ پر دھیان کرو۔ آہستہ آہستہ سارے شریر کو اپنے سامنے لانے کی کوشش کرو جب آپ اُس تصویر میں ایک نئی لائٹ دیکھیں گے۔ ایک نیا نور دیکھیں گے تو خود بخود بے ساختہ ہو کر گنگنا ئینگے۔

شمع میں ہے وہ تجلی نور　　گل میں ہے بو خدا کی قسم

ارے اب پتہ لگا وہ تو ہر کہیں ہے۔ آہا۔ اس حقیقت میں کیا مزا ہے۔ کیا لطف ہے کیا بو ہے۔ کیا رنگ ہے کیا حسن و جمال ہے آہا۔ ہر چیز میں ایک نئی مہک ہے۔ ایک نئی شعاع ہے۔ ساری دنیا اس حقیقت سے معمور ہوئی جارہی ہے گویا کہ جب بھگت کی ایسی حالت ہو جاتی ہے تو اُسکو ہر چیز حقیقت نظر آنے لگتی ہے۔ ہر چیز میں اُس کا پیارا نظر آنے لگتا ہے۔　ع　ہر جلوے میں اک اور ہی جلوہ نظر آیا۔ جب وہ اس شعر کی ترجمانی کرے تو یقیناً جانئے کہ اس کا ہردیہ شُدھ ہو چکا ہے۔

بھگتی میں پانچ طرح کے انگ کہے گئے ہیں۔ (۱) شانت بھاؤ (۲) داسیہ (۳) واتسلیہ (۴) سکھیہ (۵) مادھوریہ۔

بھیشم پتامہ میں شانت بھاؤ کی بھگتی تھی۔ ہنومان میں داسیہ بھاؤ تھا۔ جسودا اور گور انگ مادھوریہ بھاؤ کے اُدھارن تھے۔ گوپیوں میں سکھیہ بھاؤ تھا۔ ارجن کی بھگتی بھی ساکھیہ بھاؤ کی تھی۔ یشودھا کے پریم میں واتسلیہ بھاؤ ٹپکتا تھا۔

آپ کو جس بھاؤ سے زیادہ پریم ہو آپ اُسے ہی اپنا سکتے ہیں۔

نو طرح کی بھگتی کا ابھیاس کرو۔ اس کے نام یہ ہیں۔ (۱) کیرتن۔ (۲) سمرن (۳) پادسیون (۴) ارچن (۵) بندن۔ (۶) داسیہ (۷) سکھیہ (۸) آتم نویدن (۹) شرون۔

اپنے اشٹ دیو سے پرارتھنا کرو کہ میں آپکا ہوں اور سب آپکے ہیں۔ آپکی اچھا ہی بلوان ہے۔ خیال کرو کہ آپ اُنکے ہاتھوں کھلونے ہیں۔ اور وہ آپ کے من۔ پران اور اندریوں سے سب کریہ کرا رہے ہیں۔ اپنے سب کرموں کو اپنے پیارے کے ارپن کر دو۔

آتم سمرپن کا یہی ودھان ہے۔ آپکو مجنوں کی مثال پیش کرنی ہوگی۔ سب کچھ اپنے پیارے کو سمرپن کر دینا ہوگا۔ سب کچھ داؤ پر لگا دینا ہوگا۔ پھر نظارہ دیکھنا ہوگا۔ اگر پھر بھی دیر ہوتی ہے تو ہونے دو گھبراؤ نہیں۔ صبر کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا۔ جب آپ میں یہ قربانی کی عادت جاگزیں ہو جائے گی۔ تو آپ صبر کرتے ہوئے کہہ اُٹھیں گے کہ ؎

ہاتھ سے قاتل کا کچھ شکوہ نہیں کرتے کبھی ؛ رکھ کے اپنا آپ گلا شمشیر پر شاکر ہیں ہم

دوسرے لوگ بھگت کو بہکائیں گے۔ کہ پاگل ہے۔ مورکھ ہے۔ پاگلوں کی طرح جنگلوں کی خاک اُڑا رہا ہے۔ اُس پر پھبتیاں کسیں گے۔ کہ کیا ہو گیا ہے اِسے سب کچھ لُٹا بیٹھا ہے۔ رام رام کر رہا ہے پاگلوں کی طرح۔ بھلا اِس طرح بھگوان ملا کرتے ہیں۔ تب بھی اے بھگت، تمہیں گھبرانا نہیں، تمہیں اُن پاگلوں کو کہہ دینا ہوگا۔ کہ خاموش۔ ع

میرے اُنکے معاملے باہم ؛ کیا کہوں کچھ عیب دیتے ہیں

وقت وقت پر انوشٹھان کرتے رہو۔ ایک دو ہفتہ صرف پھل اور دودھ پر ہی گذارا کرو۔ اِس دوران میں مَون دھارن کرو۔ اور جپ ابھیاس کا تیزی سے دھیان کرو۔

اپنے گھر کو مندر جانو۔ اپنے تمام کرموں کو بھگوت پُوجا سمجھو۔ گھر کی بتی کو آرتی جانو۔ جو کچھ آپ بولتے ہو اُسے نام جپ جانو۔ اس طرح اپنی روزانہ لائف کو اُنکے ارپن کرو۔ مانسک پُوجا کا یہ بھی آسان طریقہ ہے جیسا کہ بھگوان نے خود اپنے شری مکھ سے فرمایا ہے۔

सर्व धर्मान परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ।

अहं त्वा सर्व पापेभ्यो मोक्ष यिष्यामि मा शुच: ॥

Abandoning all duties come unto me alone for shelter; Sorrow not, I will liberate thee from all sins.

پرماتما کو سروویاپک خیال کرو۔ وہ آپ کے ہردے مندر میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ وہ ہی سانس اور آنکھوں کی روشنی ہے۔ سچا بھگت کام کرودھ اہنکار سے ہمیشہ جُدا رہتا ہے۔ وہ دیا اور نمرتا کا اوتار ہوتا ہے۔ ہر ستھان پر اور ہر آدمی میں وہ بھگوان دیکھتا ہے۔ اُس کی نظر سب پر ایک جیسی ہے۔

بھگت چار طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) آرت۔ (۲) جگیاسو (۳) ارتھارتھی (۴) گیانی۔ پرہلاد کی بھگتی نشکام تھی۔ وہ بھگتوں میں سب سے بڑا تھا۔ اور شریشٹھ تھا۔ پرہلاد کو بھگوان ہر جگہ نظر آیا۔ سروویاپک اُس نے دیکھا بھگوان کو، اُس نے اپنے پیارے محبوب کو باہر نہیں دیکھا بلکہ ہر ستھان پر دیکھا۔ جب آپ بھی پرہلاد کی طرح مثال پیش کریں گے تو خود ہی کہنا پڑے گا ؎

دیکھتا تھا مَیں جسے ہو کے ندیدہ ہر سُو ؛ میری آنکھوں میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بھگتی آبحیات کا سرچشمہ ہے۔ انسان کو غیر فانی اور لازوال بنا دیتی ہے۔ یہ بھگتی ——— اور یہی بھگتی پُورن شانتی کی آئینہ دار ہے۔ آپ حقیقی آنند کے متلاشی ہیں۔ تو آپ کو اِس پریم کی بازی میں سب کچھ داؤ پر لگا دینا ہوگا۔ اور آخر میں منصور کی طرح یہ شعر لبوں کی زینت ہو ؎

دار پر چڑھ کر کہا منصورؔ نے ؛ آج اپنا بول بالا ہو گیا۔



شری آنند کپور

جاگ اُٹھے ہیں پنچھی پیارے ؛ نہ جانے کِت کھو گئے تارے
تو کیوں سویا پیر پسارے ؛ بھاگا دُور اندھیرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

بچلے یہ سنسار دِنوں کا ؛ رُوپ جوانی پیار دنوں کا
قصہ سارا چار دِنوں کا ؛ جیون جوگی پھیرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

گیا وقت نہ آئے دیوانے ؛ اُٹھ۔ کر رام بھجن مستانے
دھولے سگرے پاپ پُرانے ؛ کیوں آلس نے گھیرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

آہا سمہ ہے کِتنا سُندر ؛ ہری کی پیٹری کے مندر
جل کے باہر جل کے اندر ؛ لہراتا ہے اوم پھریرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

وقت ہے تھوڑا دُور ٹھکانہ ؛ اُٹھ پربھو سے گانٹھ بیرانہ
کام نہ آئے گا کوئی بہانا ؛ نہ تیرا۔ نہ میرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

یہی سمہ ہے نیم کرن کا ؛ یہی سمیہ ہے ہری سمرن کا
اُٹھ دھر دھیان شام چرن کا ؛ سُکھ شانتی کا ڈیرا۔ ہُوا سویرا

ہُوا سویرا

سب کے خالق سب کے پالک ؛ اے جگ پھلواڑی کے مالک
ترساؤ نہ آنند مالک ؛ دکھلاؤ من موہن چہرا۔ ہُوا سویرا ہُوا سویرا

پدر جی مہاراج کا اپدیش!

(از شری گوپال داس بھاٹیہ)

برہما جی نے پہلے ہی سب سکھ۔ دکھ۔ عمر۔ بڑھاپا اور روگ لکھ دیئے ہیں۔ جسم رتھ۔ من سارتھی۔ اندریاں گھوڑے اور نرم لگام ہے جو اس رتھ میں بیٹھنے والا ارتھات جیو اُن دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے ساتھ دوڑتا ہے۔ وہ سنسار چکر کے چاک میں گھومتا ہے۔ اور جو بُدھیمان اپنی بُدھی سے ان گھوڑوں کو اپنے بس میں رکھکر گھومتے ہوئے اس سنسار چکر میں خود اڈول یعنی اٹل رہتا ہے۔ اور کسی کے موہ میں نہیں پڑتا۔ وہ اس چکر میں گھومنے سے بچ جاتا ہے۔ سنسار میں گھومنے والوں کو بار بار ہی دُکھ بھوگنے پڑتے ہیں۔ اس لیئے سمجھ دار آدمی ان کو چھوڑنے کا اُپائے کرے۔ اس کو چھوڑنے میں دیر مطلق نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ دیر سے یہ درخت بڑھتا ہے۔ جو آدمی اندریوں کو بس میں کرکے کرودھ اور لوبھ کو ترک کر دیتا ہے سنتوش کرکے ستیہ بولتا ہے۔ وہی شانتی اور سُکھ پاتا ہے۔ یہ جسم یم کا رتھ ہے۔ اس میں بیٹھ کر مورکھ لوگ پاگل ہو جاتے ہیں۔ اور دکھوں میں پڑتے ہیں۔ بیٹوں۔ بیٹیوں۔ متروں وغیرہ کا ناش ہونا یہ سب دُکھ اُن کو ہوتے ہیں جو بہت لوبھ کرتے ہیں۔ اس لیئے سمجھ دار آدمی کو چاہیئے۔ کہ اپنے دُکھوں کی دوا کرے۔ اس سنسار روپی روگ کی اوشدھی یہ ہے۔ کہ انسان اپنے من کو بس میں کرے۔ اس کی دوا برہم گیان ہے۔ انسان کو جیسے من کی استھرتا (ایکاگرہو من کی شکتی) دکھوں اور مصیبتوں سے چھڑا سکتی ہے۔ ویسے جسمانی طاقت۔ دھن متر اور بندھو اور رشتہ دار نہیں چھڑا سکتے اس لیئے اپنے من کو شانت کرے۔ ساودھان کرے۔ اندریوں کو بس میں رکھے۔ تیاگ اور ساودھانی یہ برہم کے گھوڑے ہیں۔ جو منش ان گھوڑوں کی لگام کو پکڑ کر سدا چار روپی رتھ میں بیٹھ کر چلتا ہے۔ وہ موت کے ڈر سے پار ہو کر برہم لوک یعنی مکتی دھام کو چلا جاتا ہے۔ جگت تو پہلے ہی نہ تھا۔ کیول بیچ میں ہو گیا۔ اور آخر میں بھی نہ رہے گا۔ اس لیئے اس کا شوک کیا کرنا۔ کوئی رونے سے مرے ہوئے کے سنگ نہیں جاتا نہ رونے سے مرا ہوا ملتا ہے۔ انسان بغیر یدھ کئے ہی مر جاتا ہے۔ اور کبھی یدھ میں بچ جاتا ہے۔ مگر جس کا کال آگیا ہے۔ وہ کبھی نہیں بچتا۔ اس کال کا کوئی دوست و دشمن نہیں ہے۔ اس لیئے وہ سبھی کا ناش کرتا ہے۔ جیسے ہوا تنکوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ ایسے ہی کال کے بس میں ہو کر سب جاندار گھوما کرتے ہیں۔ سب کو وہیں جانا ہے۔ مگر جس کا کال پہلے آتا ہے۔ وہی چلا جاتا ہے۔ اس میں شوک کا کوئی کام نہیں۔

(۱) جیسے مکان کے گر جانے سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ مکان کا مالک مر گیا۔ اسی طرح جسم کے گر جانے سے آتما مر گیا ہے۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں۔ یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ آتما کبھی مر سکنے والی چیز نہیں ہے۔

(۲) کوئی چیز اپنی شکل بدل سکتی ہے۔ نام بدل سکتی ہے۔ اور مقام بدل سکتی ہے۔ مگر فنا کبھی نہیں ہو سکتی۔

(۳) جسم کے اوپر اندریوں کا ادھکار ہے۔ اندروں کے اوپر من کا۔ اور من کے اوپر بدھی کا اور بدھی کے اوپر آتما کا۔

(۴) ہم ایشور کا ساکھشتکار بھی چاہیں اور دنیاوی فکروں

کو بھی نہ چھوڑیں ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔

(۵) گیانی اس کو کہتے ہیں ۔ جو اپنے اصلی کرتویہ کو نہیں چھوڑتا ۔

(۶) سنسار کی ہر ایک وستو میں پرماتما کا سروپ دیکھتے رہنے سے ہردے میں موہ اپنے آپ ہی بھاگ جاتا ہے ۔ اور موہ کے چلے جانے سے اشانتی بھی چلی جاتی ہے ۔ اور سچدانند کا بھنڈار کھل جاتا ہے ۔

(۷) گیانی آدمی کسی کے لیے کبھی شوک نہیں کرتا ۔ وہ نہ مرے کو روتا ہے اور نہ جیتے کی چنتا کرتا ہے ۔

(۸) جہاں ممتا نہیں ہے ۔ وہاں دُکھ نہیں ہے ۔ جہاں ممتا ہے ۔ وہاں دُکھ ہے ۔ اگر ہم شانتی چاہتے ہیں ۔ تو ہمیں ممتا کا تیاگ کرنا ہی پڑے گا ۔ بنا ممتا تیاگے شانتی کا ملنا امر محال ہے ۔

(۹) دُنیا میں ہر روز کتنے ہی جیو مرتے ہیں ۔ مگر اُن سب کیلئے ہم روتے نہیں ہیں ۔ روتے تو صرف اُن کے لئے ہیں ۔ جن کے ساتھ ہماری کچھ ممتا ہوتی ہے ۔ ممتا موہ کے کارن ہوتی ہے ۔ اس لئے سارے دُکھوں کی جڑ ممتا کو ہی جاننا چاہیئے ۔

(۱۰) کوئی مرا ہُوا پرانی رو لینے سے زندہ نہیں ہو سکتا ۔ کوئی بیمار محض فکر یا چنتا سے اچھا نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کسی کی موت پر رونا اور بیمار کے لئے چنتا کرنا عبث ہے ۔

(۱۱) اے بھائی اگر تو مکتی چاہتا ہے ۔ تو وشیوں کو زہر کی طرح ترک کر دے ۔ اور سادگی ۔ کھشما اور سنتوش اور شم دم کا امرت پیا کر ۔ یہ سنسار اور اس کے وشے جلتی آگ کے مانند ہیں ۔ جو آتم گیان روپی جائداد کو بھسم کر دیتے ہیں ۔ اسلئے آگ سے فوراً بھاگ ۔ اور برہم گیان کے شانت اور خوشگوار منوہر دیش میں نواس کر کے اجرامر ہو جا ۔

(۱۲) جب اندریاں ڈھیلی ہو گئیں ۔ مرجھا گئیں ۔ تو پھر وشے آسکتی بھی نہیں رہی ۔ تو کیا ۔ پھر ویراگ پیدا ہوا ۔ تو اس سے کیا فائدہ ۔ بھگوان کی شرناگت ہو کر اسکی بھگتی کرتے ہوئے اُسکے شاسن میں رہتے ہوئے جو اُسے اپنا سارتھی بناتا ہے ۔ بھگوان اُسے ضرور پار لنگھا دیتے ہیں ۔

اوم شم ۔ ہری اوم ۔ ہری اوم ۔ ہری اوم ۔

بقیہ صفحہ ۳۲

جب ودھاتا پرتی کول ہو ۔ یعنی (قسمت اُلٹی ہو) اور سب یتن بھی نشپھل ہو جائیں ۔ تو نردھن منسوی پُرش کے لئے اپنا دیش چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جانا چاہیئے ۔ ایسا پُرش مر تو بھلے ہی جاتا ہے پرنتو دینتا کبھی پرگٹ نہیں کرتا ۔ دیکھو اگنی بجھ جاتی ہے ۔ پرنتو وہ کبھی شیتل نہیں ہوتی ۔

(۲) چُپ رہنا اچھا ہے ۔ پرنتو جھوٹ بولنا اچھا نہیں ۔ نپُنسکتا (نامردی) اچھی ہے ۔ پرنتو پر استری گمن اچھا نہیں ۔ مر جانا اچھا ہے ۔ پرنتو دُشٹ اور نندک کے بچن میں وشواش کرنا اچھا نہیں ۔ بھکشا مانگ کر کھانا اچھا ہے ۔ پرنتو دوسرے کے دھن پر موج کرنا اچھا نہیں ۔ پران کا تیاگ کر دینا اچھا ہے پرنتو نیچ کا سنگ اچھا نہیں ۔

جیسے دوسرے کی سیوا ' مان کو ۔ پرکاش اندھکار کو ۔ بردھتا (بڑھاپا) سوندریہ کو ۔ اور بھگوت کتھا پاپ کو دور کرتی ہے ۔ ویسے ہی یاچنا (مانگنا) سب گنُوں کو ہر لیتی ہے ۔

(۳) روگی ۔ سدا پردیش رہنے والے ۔ دوسرے کا ان بھوجن کرنے والے ۔ دوسرے گھر میں رہنے والے ۔ ان تمام پرشوں کا جیون ' مرنے کے تلیہ (برابر) ہی ہوتا ہے ۔ یعنی یہ ہمیشہ ہی دُکھی رہتے ہیں ۔

جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ ارسال کیا کریں ، نیز اپنا نام و پتہ صاف تحریر فرمائیں ۔

بھگوان کی مایا

جب تک جیو اودیا کے وش میں رہتا اور اگیان کال کے اندھکار میں غوطے کھاتا ہے۔ تب تک یہ مایا جال میں پھنسا رہتا ہے۔ لیکن جب گیان کو پراپت کر کے پرماتما کے ابھید تتو کا بودھ پراپت کرتا ہے۔ تب یہ مایا جال سے چھوٹ کر پریم آنند کو پراپت ہوتا ہے بھگوان کی مایا بڑی بلوان ہے۔ اور اس کے انیک روپ ہیں۔ استری - پتر - دھن - دیہہ - کیرتی - وشے سکھ اتیادی۔ جو منش ان سب سے ویراگ وان ہو کر پرماتما کی شرن میں جاتا ہے۔ وہی اس مایا جال سے پار ہو سکتا ہے۔ مایا کیسی بلوان ہے۔ اس پر ایک پورانک کتھا کا ورنن کیا جاتا ہے۔

پرماتما اور شری نارد جی کی کتھا

ایک سمے دیو رشی نارد پرماتما کے گن گان میں مست ہوئے بھگوان کے مندر میں پدھارے اور کہا کہ ہے بھگوان! ہے اوناشی! ہے جگت ماتر کی لیلا کا وستار کرنے والے۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ میری مایا اجت ہے

दैवी ह्येषा गुणमयी
मम माया दुरत्यया ॥

یہ میری گن مئی دیوی مایا دستر ہے۔ اور یہ سارا جگت اس تر گنا تمک مایا میں موہت ہو کر مجھ پرماتما کے جاننے میں سمرتھ نہیں ہوتا۔ تو کہیئے کہ یہ آپ کی مایا کیسی ہے؟ میں اسے نہیں جان سکا۔ اپنی مایا کے سروپ کا مجھے درشن کرائیے۔

بھگوان نے کہا۔ ہے نارد! میری مایا کا وستار بہت بڑا ہے۔ اگیانی اور موڑھ جیو اس مایا کے پاش سے چھوٹنے کا نام تک نہیں لیتے۔ اس مایا کا سپشٹ سروپ کامنا ہے۔ واسنا ہے۔ اشدھ منکلپ ہے۔ اس کامنا میں لبدھ ہوا جیو۔ شم۔ دم۔ اپرام۔ تتکھشا۔ شردھا آدی سادھنا نہیں کرتا۔ اس لئے اس کو اکام۔ نرواسنا ہونے کی بھاونا ہی نہیں ہوتی۔ اسے شرے اور پرے کا وچار ہی نہیں رہتا۔ ہے وتس نارد! مایا کا سروپ کیسا ہے مایا کی موہنی میں لوٹ پوٹ ہوا پرش مایا کی کیسی اپاسنا کرتا ہے اس کا یتھارتھ درشن کرنا ہو۔ تو جمبو دویپ کے بھارت کھنڈ میں جاؤ۔ اس کی دکھشن دشا میں **پرتشٹھان** نامک ایک سندر نگر ہے۔ اس نگر میں مایا **شنکر** نام کا گن وان۔ ودوان اور نیتی مان تھا سرو شاستروں کا گیاتا ہونے پر بھی مایا لبدھ ایک براہمن بستا ہے۔ وہاں جا کر تم میری مایا کا سروپ دیکھو۔ اس مایا لبدھ جیو کو اسکی اچھا انوسار مایا سے مکت کرا کر یہاں لے آؤ۔ تو تمہارا پراکرم سمجھوں گا۔

پرماتما کی آگیا ہوتے ہی نارد جی **پرتشٹھان** نگر کی طرف چل دیئے۔ انہوں نے اپنا سروپ بدلکر سنت کا سروپ دھارن کیا۔ پھر مایا شنکر کے گھر جا کر — "بھوتی بھکشانگ دیہی" "نارائن ہرے" کا اشیرباد دیکر کھڑے رہے۔ مایا شنکر کے ہردے میں معمولی طور پر یہ سنسکار موجود تھے کہ "اتتھی ستکار گرہست کا کرتویہ ہے" نارائن ہرے کا ایسا شبد سنتے ہی مایا شنکر نے دوار پر آکر

نارد جی (مہاتما) کو پرنام کیا اور بھکشا کیلئے نمنترن کیا۔

نارد جی گھر میں پدھار ے۔ اتنے میں مایا شنکر کی دُرمکھی ناکمہ استری وہاں آکر کرودھ کرکے بولی۔ ارے او مُورکھ! اِس ہٹے کٹے سادھو کو کہاں سے لے آئے اِن جوگیوں کی تو دو سیر بھوجن سے بھی بھوک نہیں جاتی۔ اس کا بھوجن کون بناوے گا۔ میں تو آج سے مہادیو جی کے درشن کرنے جا رہی ہوں۔ میرے پاس بھوجن بنانے کا کوئی سمے نہیں۔ اور مجھے مندر میں کافی دیر لگے گی۔ کیونکہ میرے گورو مہاراج وہاں آئے ہوئے ہیں۔ اُن کا ست سنگ ضروری ہے۔ ایسا کہکر دُرمکھی بڑبڑاتی ہوئی گھر سے باہر چلی گئی۔ ادھر نارد جی من ہی من میں سوچنے لگے کہ بھگوان کی مایا بڑی آسچریہ ہے۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ پتی ہی استری کا دیو ہے۔ پتی ہی گورو ہے پتی کی سیوا اور آگیا پالن کرنے سے ہی اس پر تمام دیوتا پرسن ہو جاتے ہیں۔ پتی کی سیوا سے ہی وہ مکتی کو پراپت کر سکتی ہے۔ استری کا شریر ہی بھگوان نے سیوا کے لئے بنایا ہے۔ وہ سیوا کرکے ہی تمام ردھی سدھیوں کو پراپت کر سکتی ہے۔ اس کو یوگ ابھیاس۔ سُرت شبد اور کسی پر پرش کو گورو دھارن کرنے کی آوشیکتا ہی نہیں۔ پتی برت دھرم سے ہی وہ ایشور پراپتی کر سکتی ہے۔ پتی برت دھرم کو بھول کر جو استری دیو درشن ایشور پوجن۔ کتھا شرون وغیرہ میں دوار دوار پر بھٹکتی رہتی ہے۔ اس کا کسی کال میں بھی کلیان نہیں ہوتا۔ ایسا وید کا وچن ہے۔ تو بھی یہ استری اپنے پتی کو نہ کہنے یوگیہ بچن کہہ۔ نہ کرنے یوگیہ تِرسکار کر۔ بھگوان شنکر اور گورو کے درشن کو جا رہی ہے؟

مایا شنکر بڑا دُکھی ہوا اور نارد جی کو کہا۔ کہ بھگون! مجھے اس مایا جال سے چھوڑاؤ۔ میں تو اس گرہست سے باز آیا۔ نارد جی نے کہا۔ کہ گھبراؤ نہیں بھگوان کرپا کریں گے۔

دوپہر ہونے پر دُرمکھی گھوم گھما کر گھر آئی۔ مایا شنکر کی پتر بدھو نے رسوئی تیار کی تھی۔ دُرمکھی نے ایک تھال نارد جی کے آگے پٹک دیا۔ اور دوسرا مایا شنکر کے آگے اس زور اور غصّہ سے پٹکا کہ کٹوری میں سے گرم گرم دال اُچھل کر اُس کے پاؤں پر پڑی اور وہ جھُلس گیا۔ وہ نمرتا پُورک بولا۔ کچھ ہرج نہیں دوسری دال پروس دو۔ تم کو تو کچھ پیڑا نہیں ہوئی نا۔؟

اب دوسری بار جب دُرمکھی دال کی کٹوری لا رہی تھی تو کٹوری ہاتھ سے گر گئی اور دُرمکھی کا پاؤں جل گیا۔ فوراً ہی مایا شنکر نے اُٹھکر اس کا پاؤں کپڑے سے صاف کیا اور پانی ڈالا۔ پانی پڑتے ہی دُرمکھی چلّائی موئے مجھے مار دے گا کیا؟ ایسا کہتی ہوئی اُس نے مایا شنکر کو ایسی لات ماری کہ وہ پٹک کر دیوار کے ساتھ جا لگا۔ اُس کا سر پھوٹ گیا۔ لہو بہنے لگا۔ لیکن دُرمکھی نے اُس کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ بلکہ دُروچن کہتی ہوئی اپنے پلنگ پر جا لیٹی۔ مایا شنکر نے کچھ بھی کرودھ وکھید نہ مانا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنا ماتھا دھو۔ گھاؤ پر پٹی باندھ دُرمکھی کے پاؤں پر تیل چپڑ۔ اس کے لئے بستر بچھا اور پاؤں پر دوسری دوائیاں لگا کر اُس کے آرام کے لئے ایشور سے پرارتھنا کرنے لگا۔

لیکن بھگوان کو کچھ اور منظور تھا۔ دُرمکھی کا روگ بڑھتا گیا اور مایا شنکر اُس کے دُکھ میں دُکھی رہنے لگا۔

نارد جی شہر سے باہر کسی مندر میں رہنے لگے اور مایا شنکر اُنکو ملنے کے لئے کبھی کبھی جاتا تو یہی کہتا کہ بھگون مجھے مایا سے چھڑاؤ۔ باہر سے تو وہ دیراگ کا خواہشمند تھا پرنتو اُسکے من میں استری پُتروں کا موہ اس قدر زبردست تھا کہ وہ اُن کے لئے جان دیتا تھا۔

ایک دن وہ استری کی بیماری میں اس قدر غمگین ہوا کہ وہ نارد جی کے پاس جا کر رونے لگا۔ اور کہا کہ میری استری کو آرام نہیں آیا۔ بڑی کمزور ہو گئی ہے۔ بہر گھر نشٹ

ہوجائے گا۔ میرا سنساد ختم ہوجائے گا۔ مَیں بڑھاپے
میں اُس کے بغیر کیسے زندہ رہوں گا۔ میری کیا دشا
ہوگی۔ وہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

ناردجی نے کہا! بھلے لوک! تم تو پرماتما سے روزانہ
یہی پرارتھنا کرتے تھے کہ اِس استری سے میرا پلّہ
چھوٹ جاوے۔ اب بھگوان نے تمہاری پرارتھنا کو سُنا ہے۔
اور تم اس کے موہ میں مرے جاتے ہو۔ کیا یہ تمہارے
لئے مناسب ہے؟ جو جنمتا ہے وہ مرے گا ہی۔ ذرا
وچار تو کرو۔ کہ تم اور تمہاری استری الگ الگ گھر
میں اور الگ الگ سمے جنمے۔ شادی سے پہلے تمہارا
اُس کے ساتھ کچھ بھی سمبندھ نہ تھا۔ پہلے جنموں میں
تمہارے کئی استری پُتر ہو گئے۔ جب تم اُن کے لئے
شوک نہیں کرتے تو اس استری کا موہ بھی چھوڑو۔ اور پرماتما
کا بھجن کرو۔ ہم نے تو خود دیکھ لیا ہے کہ تمہیں اپنے گرہست
سے مُطلقاً کوئی سُکھ پراپت نہیں۔ یہی استری تمہاری
ہر وقت بے عزّتی کرتی ہے۔ اس کا موہ چھوڑ کر اپنے آتما
کے کلیان کے لئے کوئی اُپائے کرو۔

مایاشنکر نے روتے روتے کہا! مہاراج! اس
برہم گیان کو اب رہنے دیں۔ میرا گھر تباہ ہو رہا ہے۔
اُس کے لئے کچھ کریں۔ اگر میری استری راضی ہو گئی
تو میں یگیہ کروں گا اور سنتو سادھوؤں اور براہمنوں
کو بھوجن کراؤں گا۔ گئو دان کروں گا۔ گائیتری منتر کا
انوشٹھان کروں گا۔ ہے مہاتمن! اگر آپ کے پاس کوئی
جڑی بوٹی ہو۔ تو اُسے دیکر میری استری کو مرتیو سے بچائیے

ناردجی نے کہا۔ کہ ارے او مُوڑھ۔! جب مرتیو
نِشچت ہے۔ تو پھر اس سے کون بچا سکتا ہے۔ اگر جپ
تپ سے اور دان سے مرتیو رُک جاوے تو سنسار میں
سب لوگ ہی ایسے اُپائے کر کے بچ جاویں۔

اس پرکار مایاشنکر کو ناردجی نے بہت اُپدیش
دیا پرنتو مایاشنکر پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا جب
اُس کی استری مر گئی۔ تو وہ پاگل سا ہو گیا۔ ہائے ہائے
کرنے لگا۔ اس کی ارتھی کے ساتھ لپٹنے لگا۔ چتا میں کودنے
لگا۔ ساری زندگی میں مایاشنکر کی استری نے اُس کو
کبھی پریم کا ایک شبد بھی نہیں کہا تھا۔ اور اُس سے
اس کو کبھی سُکھ پراپت نہ ہوا تھا پرنتو بھگوان کی مایا
کیسی پربل ہے۔ کہ اُس کے مرنے کے بعد وہ اُس کے غم
میں گھُلا جا رہا ہے۔

استری مرنے کے ایک ماہ بعد ناردجی نے اُس کو
کہا۔ کہ ہے مایاشنکر! پرماتما نے تجھے اِس سنسار ساگر
سے پار کیا ہے۔ کیونکہ استری کے رہنے پر ہی گرہست
کے تمام بندھن ہوتے ہیں۔ اب تمہاری استری پرلوک
سُدھار چکی ہے۔ تم اب آزاد ہو۔ اپنے پرمارتھ کے لئے
کچھ سادھن کرو۔ کیونکہ منش جنم بڑا دُرلبھ ہے اسی شریر
میں ہی مُنش، دھرم کرم۔ یوگ۔ دھیان اور گیان وغیرہ
پراپت کر سکتا ہے۔ تم اب سنیاس دھارن کر کے ان
سادھنوں میں لگ جاؤ۔ اور اس کرم چکر سے پار ہونے کی
کوشش کرو۔

مایاشنکر نے کہا:۔ مہاراج! آپ نے درست فرمایا
ہے۔ پرنتو میں دیکھتا ہوں کہ میرا بڑا لڑکا ابھی کاروبار
کو سنبھالنے کے اسمرتھ ہے۔ اور اس سے دو ابھی چھوٹے
ہیں۔ ان کی سنبھال کون کرے گا۔ پُتر بدھو بھی ابھی انجان
ہے۔ یہ تمام گھر کا بھار کیسے سنبھالے گی۔ اس کو پتہ ہی نہیں
کہ کہاں پیسہ خرچ کرنا ہے۔ اور کہاں نہیں۔ اسی وجہ سے
ہمارا گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ اور مجھے رتّی بھر سُکھ نہیں
یہ بھی اپنی ساس کی طرح بڑی چنچل۔ بدزبان اور مُوڑھ ہے
اس کو گھر سونپ کر میرا سنیاس لینا کیا معنی رکھتا ہے۔
میری ساری عمر کی کمائی یہ چند دنوں میں نشٹ کر دینگے۔
میرا پوتا ابھی بالک ہے۔ یہ بڑا ہونہار معلوم ہوتا ہے۔
یہ بڑا ہو کر ہمارے کاروبار کو اچھی طرح سنبھال لیگا۔
تب مَیں نشچنت ہو کر سنیاس لُونگا۔ ابھی تو میرے موجودہ

حالات اجازت نہیں دیتے کہ ایک منٹ کے لئے بھی گھر کو چھوڑ کر جاؤں۔

ناردجی نے کہا۔ ارے مُورکھا نند! تُو اپنی تو سنبھال کر نہیں سکتا بوڑھا ہو چکا ہے اور دوسروں کی سنبھال کا ٹھیکہ دار بن رہا ہے۔ تُو اِن کی چنتا مت کر جس بھگوان نے اِن کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہی اِن کی رکھشا کرے گا موہ کھتا چھوڑ اور پرماتما کی شرن میں چل۔ یہ دھن۔ پُتر اور پُتر بہو وغیرہ تمہارا کلیان کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ تمہیں ادھوگتی میں پہنچانے والے ہیں۔ تو اِن کا موہ چھوڑ دے۔ یہ دیہہ ناشوان ہے۔ موت تیرے سر پر کھڑی ہے۔ اِس لئے دیر مت کر۔ اس سے اچھا موقعہ اور کبھی نہیں ملے گا۔ سب کا سمبندھ چھوڑ کر اپنا کلیان کر۔ چل میں ابھی تجھے بیکنٹھ لے چلتا ہوں۔

براہمن نے کہا۔ مہاراج! یہ تو سب ٹھیک ہے۔ پر یہ تو بتاؤ کہ بیکنٹھ میں کیا سُکھ ہے! جو سُکھ اس لوک میں ہے کیا وہ بیکنٹھ میں مل سکے گا! کیا وہاں اس لوک کی طرح پُتروں سے لاڈ پیار کرنا۔ اُن کا لاڈ دیکھنا۔ پوتروں کی کلکلاہٹ سُننا۔ لوگوں سے اپنی کیرتی سُننا۔ کیا یہ سب باتیں بیکنٹھ میں مل سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

تاہم آپ مہاتما ہیں۔ میں آپ کی آگیا کا اُلنگھن نہیں کر سکتا۔ میں سمے آنے پر ضرور بیکنٹھ میں جاؤں گا ذرا انتظار کریں۔

اتنے میں پُتر کے پُتر (پوتے) نے آکر دُور سے ہی بُڈھے پر لاڈ کرتے کرتے چھوٹی پیالی پھینکی۔ اُس سے بُڈھے کے ناک میں چوٹ لگی۔ اور نکسیر پھوٹ گئی۔ لہُو کی دھار بندھ گئی۔

ناردجی نے کہا۔ او براہمن! کیا یہی تیرے پُتروں کا لاڈ ہے۔ واقعی ایسا سُکھ تو بیکنٹھ میں نہیں ہے۔

براہمن بولا۔ "مہاراج! آپ ویراگی اور تیاگی ہیں آپ نے گرہست نہیں کیا اس لئے آپ کو اس آنند کا انوبھو نہیں ہو سکتا۔ جب میرے پوتے مجھے لالہ جی۔ لالہ جی کہکر پکارتے ہیں تو میری خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ میرا ہر دہ گد گد ہو جاتا ہے۔ ابھی تو یہ بالک ہے اس کو سمجھ نہیں۔ جب یہ بڑا ہوگا تو بڑا دانا ہوگا۔ بڑا سمجھدار اور بڑا آگیا کاری ہوگا اور ہمارے خاندان کا نام روشن کرے گا۔ اس کی ماتا اس کو بڑی اچھی اچھی باتیں کہکر سمجھاتی ہے اُن کو جب سُنو تو حیران ہو جاؤ۔

یہ واکیہ ابھی پُورا نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں پُتر بہُو نے آکر کہا:۔ ارے بُڈھے! بھوجن ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ اب تو گپوڑے چھوڑو۔ تمہیں تو گپیں ہانکنے کے سوائے اور کوئی کام ہی نہیں۔ میں نے تو گھر کے کئی کام کرنے ہیں میں تو تم سے تنگ آگئی ہوں۔ نہ وقت پر کھاتے ہو نہ مرتے ہو۔ مرو اور ہمارا پیچھا چھوڑو۔ اس طرح بکواس کرتی ہوئی بہُو وہاں سے چلی گئی۔

براہمن کی ناک سے لہُو بہہ رہا ہے۔ سر چکرا رہا ہے لہُو سے مُنکھ بھیگ رہا ہے۔ لیکن بہُو نے اس طرف دھیان تک نہ دیا۔

ناردجی نے کہا۔ براہمن۔ کیا یہی تمہارا سُکھ ہے۔ جس کو تُم چھوڑنا نہیں چاہتے۔؟

براہمن نے کہا۔ مہاتما جی! سنسار کے رگڑے جھگڑے تو ایسے ہی ہوتے رہتے ہیں۔ بہُو ہے تو بڑی اچھی۔ پر اس لڑکے نے کچھ اُپدرو کیا ہوگا۔ اس لئے کرودھ میں آکر کچھ بول گئی۔ ایسی بھلی مانس تو ہمارے کُل میں کبھی نہیں آئی۔ اڑوسی پڑوسی سب اسکی تعریف کرتے ہیں۔

ناردجی نے پھر اُس کو سمجھانے کی کوشش کی پرنتو جیسے پتھر پر پانی کا کچھ اثر نہیں ہوتا ویسے اس براہمن پر کچھ اثر نہ ہوا۔ کرم یوگ سے ناک پر جو گھاؤ ہوا تھا۔ اس کی ٹھیک سنبھال نہ کرنے سے وہ زخم خراب ہو گیا



اور اُس میں کیڑے پڑ گئے۔ اُس کا کھانا پینا بند ہو گیا۔ اور وہ لا علاج ہی مر گیا۔ اُس نے استھول شریر چھوڑ کر اپنے سنسکاروں کے کارن بیل کا جنم پایا۔ اور کرم وش اُسی گھر میں آنا پڑا۔

واک کبیر صاحب

چار پاؤ دُو سِنگ گُنگ مُکھ تب کیسے گُن گیہیے
اُوٹھت بیٹھت ٹھینگہ پر ہے۔ تب کت مُونڈ لوکییے
ہر بِن بیل بیرانے ہوییے۔
پھُوٹے ناکن ٹوٹے کاندھن کِسو دو کو بھُس کھییے
سارو دِن ڈولت بن مہیاں۔ اجُوں نہ پیٹ اگھییے
جن بھگتن کا کہیا نہ مانو۔ کیو اپنو پییے
دُکھ سُکھ کرت مہا بھرم بوڑ ہو۔ انک جُون بھرمیے
رتن جنم کھوئیو پربھ بسریو۔ ایہہ اوسر کت پییے
بھرمت پھرت تیلک کے کپ جیوں گت بِن رین بہییے
کہت کبیر رام نام بِن۔ مُونڈ دُھنے پچھتییے۔

بھاوارتھ۔ دُو سِنگ اور چار پاؤ اور گُنگی زبان ملی ہے۔ اب بھگوان کا بھجن کیسے ہو سکتا ہے۔ مالک جب بَیل کو اُٹھاتا ہے یا بٹھاتا ہے تو ڈنڈا رسید کرتا ہے۔ اور بَیل مُنہ بھی نہیں چھُپا سکتا۔ سچ ہے۔ بھگوان کے بھجن بغیر بیل کی یونی ہی ملتی ہے۔ ناک کو پھوڑ کر نتھ ڈالی گئی ہے۔ کندھے بوجھ سے ٹوٹ گئے ہیں۔ کھانے کو کسی نے بھُوسہ دیا تو کھا لیا ورنہ بھری پر۔ پیٹ کی جٹھر اگنی تیز ہے سارا دن اِدھر اُدھر گھومنے اور جُتے رہنے پر بھی بھوک نہیں مٹتی۔ مہاپرشوں کا کہنا نہ مان کر۔ اپنے کرموں کی ہی سزا پائی ہے۔ کئی پرکار کے دُکھ سُکھ بھوگنے پڑتے ہیں۔ اور انیک جُونیوں کو دھارن کرنا پڑتا ہے مُنش جنم جو ایک رتن تھا۔ پربھُو کے بھجن بغیر اسکو مُفت میں ضائع کر دیا۔ اب وہ سمے پھر کب پراپت ہو۔ اب تو کولہو کے اِرد گِرد دن رات چکر لگانے کے سوائے اور کوئی کام نہیں۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مُنش شریر دھارن کر کے جس نے بھگوان کا بھجن نہیں کیا اس کو بعد میں بہت پچھتانا پڑتا ہے۔

اُسے دیکھ کر نارد جی کو کھید ہوا اور بولے۔ دُرمتی کی کیا اُگتی ہے۔ کہاں اس کا مان اور کہاں اس کا دھن لوبھ۔ اور کہاں اس کی پُتر پریوار پر ملن پریتی۔ ان سب کا پھل آج یہ بھوگ رہا ہے۔ اس پر کافی بوجھ لاد کر بھاڑے پر بھی چلاتے ہیں۔ جب وہ گھر پر رہتا ہے۔ تو اپنے پُتر پوتروں کو اپنے اوپر بٹھاتا ہے۔ مُنہ کے پاس آنے دیتا ہے۔ سینگ نہیں مارتا۔ بالک اُسے پیٹتے ہیں۔ لیکن وہ سہن کرتا ہے۔ میلا کچیلا بھُوسہ جو آگے رکھتے ہیں۔ کھاتا ہے۔ کسی دن چارہ نہ ملے تو بھوکا ہی رہتا ہے۔ بھوک و پیاس۔ سردی گرمی۔ درد تکلیف سب کو سہن کرنا پڑتا ہے۔

نارد جی کو اُس کی اس قابل رحم حالت پر ترس آیا۔ اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اپنے یوگ بل سے بولنے کی شکتی دی۔ اور کہا کہ اے بَیل! کچھ پہچانتے ہو یا اب بھی اپنے کلیان کے لئے بیکنٹھ جانے کی اِچھا ہو۔ تو۔ میں ساتھ لے چلوں۔؟

بَیل نے کہا۔ کہ مہاتما جی۔ آپ برہمچاری ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ بال بچوں کے ساتھ رہنے میں کیا آنند ہے۔ دیکھو یہ دُودھی میری استری اب گائے بنی ہوئی ہے۔ ہم ساتھ ہی رہتے ہیں۔ یہ میرے پُتر پوتر میرے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اور مجھے بڑا آنند آتا ہے۔ یہ سُکھ مجھے تھوڑے دن بھوگ لینے دو۔ پھر میں آپ کے ساتھ بیکنٹھ کو ضرور چلوں گا۔ اتنے میں دُودھی ہوئی وہ گائے آئی اور زور سے سینگ مارا جو کہ پیٹ میں گھُس گیا اور لہو بہنے لگا۔ اتنے میں کھیلتے کھیلتے اُس کے لڑکے آئے اور انہوں نے اسی جگہ ڈنڈا لگایا اور اُس کے تڑپنے پر خوب ہنسے۔

نارد جی نے اُس کی ایسی دُردشا دیکھ کر کہا۔ کہ ارے او مُورکھ۔ کیا یہی تمہارا آنند ہے کیا اس سُکھ کو بھوگنے کے لئے ہی اور جینا چاہتے ہو۔

مایا شنکر (بیل) کا ایسا شُشک گیان دیکھ کر نارد جی مند مند مسکرائے۔ مایا شنکر پھر بولا۔ مَیں تو برہم ہُوں۔ مجھے اس دُکھ کے ساتھ کچھ بھی لینا دینا نہیں۔ جیو آپ ہی برہم ہے برہم کریا رہت ہے۔ سُکھ دکھ سے رہت ہے اس کو دُکھ کیا اور سُکھ کیا۔

یہ بچن سُنکر اور اس کا "برہم اسمی" پن دیکھ کر نارد جی کھِل کھلا کر ہنس پڑے۔ اور بولے:۔ یہ تیرا آتم گیان کا اُپدیش تو بہت اچھا ہے۔ ایسے آتم گیان کو جلا دے بھسم کر دے۔ اس نرک کی تکیف کو تو بھلے ہی سُکھ مان۔ پر ہے مُوڑھ متی۔ یہ سُکھ نہیں۔ یہ تیری مورکھتا ہے پھر کرودھ کر کے کہا۔ ہے مایا شنکر! اس اپنے آتم گیان کو تتھا اس اپنے سُکھ کو پاتال میں دبا دے اور میرے ساتھ بیکنٹھ میں چل اور وہاں کا سُکھ دیکھ۔

مایا میں ڈُوبے ہوئے مایا شنکر کی مایا اتنا دُکھ ہونے پر بھی چھُوٹی نہیں تھی۔ جس کو ساتوک آتم گیان نہیں ہوا اس کی یہی وِوستھا ہوتی ہے۔ آتما کا ناش کرنے والی بلین واسنا۔ کام تتھا لوبھ ہے۔ اس کام اور لوبھ کا جب تک تیاگ نہیں ہُوا اور ساتوک بھاؤنا درڑھ نہیں ہوئی۔ تب تک آتما نِردکاری نہیں ہوتا۔ مایا شنکر کا تیسرا جنم شوان یعنی کُتے کی یونی میں ہُوا۔ وہ کُتا اپنے پُتر کے گھر کی چوکیداری کرنے لگا۔ دروازے پر بیٹھا رہتا۔ اور پُتر کی بہو جو ٹکڑے ڈال دیتی۔ اُنہیں کھا کر پرسن رہتا تھا۔ دو ایک بار جب گھر کے اندر داخل ہوتا تو پوتروں کی استریاں لکڑی کے ڈنڈے سے آدر ستکار کرتیں۔ چھوٹے بالک مارتے تھے تو بھی وہ کچھ نہ کہتا تھا۔ وہ پونچھ مروڑتے کان مروڑتے تھے تو بھی وہ کرودھ نہ کرتا تھا۔

نارد جی پھر ایک دفعہ اُس کے پاس آئے اور بیکنٹھ جانے کے لئے کہا۔ شوان نے کرودھ کر کہا۔ کہ اے نارد جی مہاراج! اب آپ جائیے۔ بیکنٹھ میں ایسا کونسا خزانہ رکھا ہے۔ جو مجھے وہاں مل جائے گا۔ اِن دش پانچ کُتیوں کے ساتھ رمن کرنا۔ اُن میں پرمکھ ہو کر چلنا۔ اس سُکھ کا آپ کو کیا انُوبھو ہو سکتا ہے۔ اگر میں آپ کے ساتھ چلوں تو میرے پُتر کے گھر کی رکھوالی کون کرے۔ کل ہی چار چور رات کو آ گئے۔ میں نے جھٹ اپنی کُتیوں کو جگایا اور ہم سب مِلکر اُن چوروں پر ٹُوٹ پڑے۔ وہ بھاگ گئے۔ اگر میں بیکنٹھ میں ہوتا تو میرے پُتر کا سب دھن چور لُوٹ کر لے جاتے اور وہ بھکاری ہو جاتا۔ چند دن پہلے میری پوتی جو مجھے پرانوں سے پیاری ہے وہ تالاب میں ڈوب گئی۔ میں نے چھلانگ لگائی اور اس کو باہر نکال لایا۔ اگر میں نہ ہوتا تو اس کے پران چلے جاتے۔

نارد جی نے کہا۔ ارے کس کا پُتر اور کس کی پُتری۔ تُو شوان اور یہ مُنش۔ تیرا اور اِن کا کیا سمبندھ۔ تیرے انیک جنم ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بھی انیک جنم ہو چکے ہیں۔ کیا تیرا یہ پُتر تجھے اب پِتا مانتا ہے اور کیا تیرے پُتر تجھے دادا مانتے ہیں۔ دیکھ لوگ تجا کیلئے تیرا شرادھ تو وہ کرتے ہیں۔ پر تجھے کھانے کو نہیں دیتے۔ جس دھن کی تو رکھشا کرتا ہے اس میں سے ایک کوڑی بھی تیرے کام نہیں آتی۔ جس گھر کی تو چوکیداری کرتا ہے۔ اُس کے اندر داخل ہونے کی تجھے اجازت نہیں۔ او مُورکھ! تیری وِدیا کہاں چلی گئی۔ تو ویدوں کا وکتا اور شاستروں کا وِدوان پنڈت تھا۔ تُو لوگوں کو اُپدیش کرتا تھا۔ لیکن تجھے اس علم سے بھی کچھ لابھ نہ ہوا۔ تُو دوسروں کا گورو بنا۔ لوگوں کو گیتا پڑھائی۔ اُپنشدوں کا پاٹھ کرایا۔ شرت شبد یوگ کا اُپدیش کیا۔ کئی چیلے اور چیلیاں بنائے۔ ہر اتوار کو تمہارے گھر بیسیوں استری پُرش تمہارا گیان اُپدیش سُننے کے لئے دُور دُور سے اکٹھے ہوتے۔ کیرتن منڈلیاں آتیں۔ تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار چڑھائے

جلاتے۔ بیاس پوجا کے دن تمہارے چیلے اور چیلیاں تمہاری پوجا کرتے۔ اور سینکڑوں روپے چڑھاوا چڑھتا تمہاری دوکانداری خوب چمکی ہوئی تھی۔ تمہارے اس پاکھنڈ کو کوئی سمجھ نہ سکا۔ تو دوسروں کو تو ویراگ اور تیاگ کا اُپدیش سُناتا لیکن خود میاں مصیحت اوروں کو نصیحت والا معاملہ بنا۔ تو نے سینکڑوں استری پُرشوں کو اپدیش کیا کہ۔

"پرماتما کو جانو۔ اس کا بھجن کرو۔ وہی سُکھ کا داتا ہے۔ یہ سنسار دُکھ رُوپ ہے۔ اس کی ممتا چھوڑو۔ اس پر موہ نہ رکھو۔ اس موہ سے نرک میں جانا پڑتا ہے۔ ایک ادوتیہ پرماتما کو بھجو۔ شُبھ کرم کرو۔ کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرو۔ کسی کی امانت میں خیانت نہ کرو۔ ووہار میں صاف رہو۔ کیونکہ جس کا ووہار صاف نہیں اسکا پرلوک کبھی بھی نہیں سُدھرتا۔ کسی کا دل مت دُکھاؤ۔ احسان فراموش نہ بنو۔ جھوٹ اور فریب کا تیاگ کرو۔ سب پاپ کرموں سے بچو۔ جو جیسا آچرن کرتا ہے۔ ویسا ہی اُسکو پھل ملتا ہے۔"

تمہارا یہ اُپدیش صرف دوسروں کے لئے تھا۔ اپنے لئے نہیں تھا۔ تم نے تو یہ سبق سیکھا تھا۔ کہ رام نام جپنا پرایا مال اپنا۔ تم نے دُنیا کو تو دھوکا دے لیا لیکن پرماتما کو دھوکا نہیں دے سکتے تھے کیونکہ وہ تو سب کا انتریامی ہے۔ تمہارا برہم گیان کھوکھا برہم گیان تھا۔ عمل میں تم صفر تھے۔ تم نے وِدیا کے ابھمان میں کئی سنت جنوں کا اناد ر کیا۔ اب اُن کرموں کی سزا بھگتتے پر بھی تجھے گلانی نہیں ہوتی۔

کچھ سمے کے بعد مایا شنکر ناک جیو۔ شوان دیہہ سے مکت ہوا۔ اور نرک کے کیڑے کا جنم لیا۔ اس یونی میں وہ جیو انیک کیڑوں کے ساتھ رہ کر آنند بھوگتا تھا۔ پھر نارد جی اُس کے پاس پدھارے اور بولے۔ ہے اگیان اندھکار میں پڑے ہوئے مایا شنکر۔ کیا اب بھی بیکنٹھ جانے کے لیے تیار ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھے یہاں کیا دُکھ ہے۔ میں اپنے پُتر کے کھیت میں کھاد بھر کر اُسے پھل دینا چاہتا ہُوں۔ یہ کام مجھے پُورن کر لینے دو۔

نرک کے دُکھ سے بھی وشیش کشٹ دائی کیڑے کے دیہہ میں اُس کی مائیک واسنا دیکھ کر نارد جی کو بڑا کھید ہُوا۔ انہوں نے اپنی دیالتا سے اُس کیڑے کو گنگا جل میں پھینک مایا شنکر کی مایا کا وِناش کیا۔ پھر اُسے اپنے ساتھ لیکر بیکنٹھ میں پرماتما کے درشن کو پدھارے۔ نارد جی نے پرماتما کو پرنام کر کے کہا۔ ہے جگدیشور۔ ہے مہا پربھو! ہے جگت کے چلانے والے! آپ سچ مچ مایا پتی ہو۔ میں نے آپ کی مایا کا یتھارتھ درشن کیا۔ یہ مایا دُستر ہی ہے۔ جو آپ کو پراپت ہوتا ہے۔ وہی اس مایا سے پار ہوتا ہے۔ آپ دھنیہ ہیں۔ آپ کی مایا دھنیہ ہے۔ آپ کو میرا کوٹ کوٹ پرنام ہو۔

اننت سے!

از کوی لوکناتھ جی دِل۔

او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

(۱)

میں ہوں تیرے رُوپ کی چھایا ــــ ؛ ــــ پاکر پانچ تتوّ کی کایا...
بھٹک رہی ہوں پگ پگ پر ــــ ؛ ــــ کنتو تیرا پگ چِنہہ نہ پایا
او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

(۲)

تم سے بچھڑ کے اِک ترنگ ہوں ــــ ؛ ــــ مِل جاؤں تو سوئم گنگ ہوں
تم نے ہی تو اِس ترنگ کو ــــ ؛ ــــ جنم جنم سے ہے بھٹکایا
او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

(۳)

تم ہو جس پرکاش کا سِندھو ــــ ؛ ــــ میں ہوں اُس سِندھو کا بندو
تم نے ہی تو اِس بندو کو ــــ ؛ ــــ گرم ریت پر ہے ترڑپایا
او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

(۴)

تم نے اپنا آپ چھپایا ــــ ؛ ــــ مجھ کو مایا نے بھرمایا
تم نے جب سے درشٹی پھیری ــــ ؛ ــــ اندھکار چہوں اور ہے چھایا
او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

(۵)

نج انچل میں دیپ چھپا لو ــــ ؛ ــــ جیوتی میں اب جیوت مِلا لو
کہت کوی دِل جڑ پنجرے میں ــــ ؛ ــــ چیتن پکشی ہے گھبرایا
او میرے یُگ یُگ کے ساتھی!
ہے کس بھول پہ مجھے بھلایا

اوم

ذمہ واری

از لالہ کانشی رام چاولہ لدھیانوی

ہر شخص کچھ نہ کچھ اپنی پوشیدہ طاقتوں سے ناواقف ہے اور وہ اس وقت تک ان سے بے خبر رہتا ہے جب تک کہ اس پر کوئی خاص ذمہ واری عائد نہ ہو یا وہ کسی سخت موقعہ اور زندگی کی کسی بڑی مصیبت میں گرفتار نہ ہو۔

مہاتما گاندھی کی پوشیدہ طاقتوں کو ولایت کی تعلیم بیرسٹری کا پاس کرنا۔ وکالت کا کام کرنا بیدار نہ کر سکے اور اُن کی وہ بھی ساری طاقتیں یونہی بیکاری اور تعطل میں پڑی رہیں۔ لیکن ایک قوم کو مشکلات و مصائب سے نکالنے کی ذمہ داری نے اُن کی تمام قوی طاقتوں کو متحرک اور بیدار کر دیا۔ اور بیداری بھی اس قسم کی ہوئی کہ اس سے پہلے شائد ہی کسی بڑے سے بڑے انسان میں ایسی عجیب و غریب طاقتوں کا اظہار ہوا ہو۔

دیکھنے والوں کو اور سننے والوں کو وہ کیفیت کیسی عجیب معلوم ہوئی ہوگی جب ایک تنہا کمزور سا آدمی برطانیہ جیسی عظیم الشان طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہوگا۔ لوگ اُس کی جسارت کو دیکھ کر ہنستے ہونگے۔ اور کہتے ہوں گے کہ کیا "پدی اور کیا پدی کا شوربہ"

لیکن اُسی نحیف و ضعیف انسان نے بغیر ایک چھڑی تک اُٹھانے کے برطانوی حکومت کو ہندوستان کی سرزمین سے باہر نکال پھینکا۔ وہ حکومت جو دنیا میں چوٹی کی گنی جاتی تھی۔ جس کی سرزمین پر کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا جس کی بری و بحری طاقت سے دُنیا کی سب حکومتیں کانپتی تھیں۔ ایسی حکومت کی جڑوں کو کس نے اُکھاڑ پھینکا۔ ایک معمولی سے انسان کی اندرونی خفیہ طاقتوں نے۔ لیکن وہ طاقتیں کب بیدار ہوئیں۔ جب ان طاقتوں کے مالک نے اپنے اوپر ذمہ داری لے کر اس کا ٹھیک طرح احساس کیا۔ ایسی طاقتیں ہر ایک انسان کے اندر موجود ہیں کسی میں کم اور کسی میں زیادہ لیکن زیادہ تر انسان ان طاقتوں سے بے خبر رہ کر خود بھی مصیبت بھوگتے ہیں اور ان طاقتوں سے اپنے ملک و قوم کی خدمت بھی نہیں کر سکتے۔

ابراہیم لنکن کا شمار بھی اسی زمرہ میں ہو سکتا ہے اس کی شخصیت بھی اسی وقت نمایاں ہوئی جب اسے اپنی قوم کو مصیبت سے رہائی دلانے کی ذمہ داری محسوس ہوئی۔ اسی احساس نے اس کی محفوظ طاقتوں اور پوشیدہ فتوحات کی صلاحیتوں کو روشن کر دیا۔ اس سے پہلے شائد خود لنکن کو بھی ان طاقتوں کا کبھی خواب میں بھی خیال نہ آیا ہوگا۔ اسی طرح غور کرنے سے اور تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ لگے گا کہ بہت سے مشہور و معروف انسان اپنی طاقتوں کا اظہار اس وقت تک نہ کر سکے جب تک کہ ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے انہوں نے سوائے استقلال و تدبر کے سب کچھ اپنے پاس سے ضائع نہ کر دیا۔ اس لئے یہ اُصول ہمیشہ پیش نگاہ رکھنا چاہیئے کہ۔ "انسان اپنی حقیقی طاقتوں کا سبق سختی اور مصیبت کے مدرسے میں ذمہ داری کے احساس سے حاصل کرتا ہے۔" کئی والدین جب مجھ سے اکثر شکایت کرتے ہیں کہ ان کے بچے بڑی لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنے فرائض کی طرف مطلق توجہ نہیں دیتے تو میں تو اکثر یہی جواب دیا کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح سے

ان کو ذمہ داری کا احساس کراؤ۔ ورنہ جب تک وہ جانتے ہیں کہ بغیر محنت اور بغیر تکلیف اٹھائے سب کچھ صرف زبان ہلانے سے والدین سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک وہ لاپرواہ ہی رہیں گے۔ مغربی ممالک نے اس اصول کو سمجھ لیا ہوا ہے۔ وہاں کے امیر لوگ اپنے بچوں کے روپیہ پیسہ اور کاروبار حوالے کرنے سے پہلے ان کو کارخانوں اور فارموں میں مزدوروں کے ساتھ کام پر بھیجکر اُن کو اپنی ذمہ داری کا احساس کراتے ہیں۔ اس سے ان کی سوئی ہوئی طاقتیں جاگ اٹھتی ہیں۔ ہمارے بزرگ بھی اس اصول سے پورے طور سے آگاہ تھے۔ امیر و غریب کے بچوں کو گوروکے آشرم میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ وہاں سب کو خود کام کرنا پڑتا تھا۔ ایک سی خوراک اور ایک سی پوشاک ملتی تھی۔ ننگے سر اور ننگے پاؤں سردی گرمی میں چلنا پھرنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح ابتدا سے ہی وہ محنت کے عادی اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنے والے بنتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آئندہ ان کی زندگی میں وہ پوری طرح کامیاب ثابت ہوتے تھے۔ جو بچے سکول جاتے وقت بھی کسی سواری میں بیٹھ کر جاتے ہیں (خواہ سکول یا پاٹھ شالہ بالکل قریب ہی ہو) یا جن کا بستہ بھی نوکر اٹھا کر لے جاتا ہے اور جن کے پاؤں کے ننگے تلوے نے زمین کو کبھی چھوا تک نہیں وہ اگر بڑے ہو کر لاپرواہ نہ نکلیں گے تو اور کیا ہوگا؟ مجھے چند ایک ایسے نوجوانوں کا علم ہے جو کہ کالج میں پڑھتے ہیں یا کالج کی پڑھائی ختم کر چکے ہیں۔ لیکن رات کو پیشاب آنے پر اکیلے اٹھ کر نہیں جا سکتے۔ اکیلے سونے کی بات تو اور رہی بھلا ایسے نوجوان زندگی کے شعبوں میں کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں اور کیا ترقی کر سکتے ہیں۔

ہمالیہ پربت ہندوستان میں ہے۔ اس کی چوٹیاں دنیا بھر کے پہاڑوں سے اونچی ہیں۔ ان چوٹیوں کو سر کرنے کے لئے برسوں سے مغرب کے باہمت اور باحوصلہ لوگ ٹولیاں بنا کر آ رہے ہیں۔ پہاڑ ہندوستان میں ہیں لیکن ان کے سر پر کھڑے ہونے کے لئے آتے ہیں ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے مغربی ممالک کے لوگ آتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس کام میں بڑی آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جان جانے کا بھی خطرہ ہوتا ہے (کئی جانیں تلف بھی ہو چکی ہیں) لیکن وہ اپنی دھن کے پکے ٹولی کے بعد ٹولی بن کر آتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے اس ملک کے کچھ نوجوان بھی ان کی دیکھا دیکھی اور شائد شرم محسوس کر کے ادھر متوجہ ہوئے ہیں ورنہ عام طور پر تو یہاں کے لوگ کہہ دیتے تھے۔

"بھلا اس فضول کام سے کیا فائدہ۔ فرض کرو چوٹی پر چڑھ بھی گئے تو کیا مل جائے گا۔ بلا وجہ اپنے لئے مصیبت کو مدعو کرنا اور جان کا خطرہ مول لینا پرلے درجہ کی نادانی ہے"

وہ بڑے بڑے مضبوط اور باشہرت لوگ جن کی ذات پر تہذیب و تمدن بجا طور پر فخر کر سکتا ہے ہمیشہ اپنی مدد آپ کرنے کے عادی تھے۔ ان کے قدم میدان عمل میں بڑھ کر پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ انہیں آگے بڑھنے کے لئے کرہ زمین پر اینچ اینچ پر اڑچنوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگ دنیاوی مشکلات کو فتح کرنے اور دشواریوں کو عبور کرنے والے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے رکاوٹوں پر غالب آکر اپنی طاقتوں کا اظہار کیا۔

بہت سے مرد اور عورتوں کی اعلیٰ قابلیتیں اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئیں جب تک کہ وہ یہ خیال کرتے رہے کہ فلاں شخص یا فلاں شے ہماری مدد کرے گی۔ لیکن جب وہ سب طرف سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے خود ہی اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا تب وہ ترقی کے انتہائی مدارج پر پہنچ گئے۔

ہماری اعلیٰ قابلیت اور اونچی شکتیاں ہمارے اندر اتنی گہرائیوں میں پوشیدہ ہیں کہ بسا اوقات انکو بیدار کرنے کے لئے کسی سخت مصیبت اور بے پناہ طوفان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم دیکھیں کہ جن ٹیلوں پر سے گذر کر

ہم آگے بڑھ آئے ہیں وہ تمام پُل مسمار ہو چکے ہیں۔ اور تمام راستہ بند ہو چکے ہیں۔ اور اب ہمیں کسی قسم کی امداد نہیں مل سکتی تب اپنی حفاظت کیلئے خود بخود ہماری حقیقی طاقتوں کا اظہار ہوگا مگر جب تک ہمیں باہر سے مدد ملنے کی اُمید لگی رہیگی تب تک ہم ان طاقتوں سے بے خبر رہیں گے۔

طاقت کی نشوونما کے لئے ذمہ داری کا احساس سب سے ضروری چیز ہے۔ جہاں ذمہ واری نہیں ہے وہاں ترقی کا دروازہ بھی بند ہے۔ جو لوگ کسی ذمہ دارانہ حیثیت میں نہیں پڑنا چاہتے وہ کبھی اپنی حقیقی طاقتوں کو نہیں اُبھار سکتے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی دوسروں کی ماتحتی میں یا غلامی میں گذاری ہے وہ شاذونادر ہی اپنی طاقتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اس کا سبب اس کے سوائے کچھ نہیں ہوتا کہ اس غیر ذمہ دارانہ پوزیشن میں انہیں اپنی طاقتوں کا جائزہ لینے یا اُن کی نمائش کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ میدان ترقی میں آگے بڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ اُن کی تمام جدوجہد اور خیالات صرف انہی لوگوں کے لئے وقف ہو جاتے ہیں جن کے وہ ماتحت ہوتے ہیں۔ ان کے آزادانہ کام کرنے کی تمام خوبیاں، آتم وشواس، عقلمندی اور اونچا اُٹھنے کے تمام لطیف جذبات ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ تمام قسم کی قابلیتیں انسان میں اُسی وقت ظاہر ہوتی ہیں جب اس پر کوئی خاص ذمہ داری ہو۔

مجھے چند ایک ایسے خاندانوں کا علم ہے کہ جن میں ایک یا دو سرکردہ بزرگ ہی سب ذمہ داریاں سنبھالتے تھے اور باقی سب لوگ بس بیٹھ کر کھانے والے تھے۔ لیکن جب وہ کسی موقعہ پر جُدا جُدا ہوئے تو وہ نکھٹو اور نکمے لوگ تقسیم شدہ زرومال کو بیٹھ کر ہی کھا گئے اور پھر انہوں نے ناداری اور مفلسی کی زندگی گذاری بہت ایسے لوگ ہیں جو چالیس برس کی عمر ہو جانے کے بعد کسی ذمہ دارانہ حیثیت میں کام کر سکتے ہیں۔ اول تو ۳۵ سال تک ہی اگر کوئی نوجوان ماتحتی اور مجبوری کی زندگی بسر کرے تو اس کی اندرونی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں لیکن چالیس سال سے اوپر جاکر تو وہ فنا ہی ہو جاتی ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ جس شخص میں جو قابلیت ہوگی وہ از خود ظاہر ہو جائے گی اس فلسفے سے زیادہ خطرناک کوئی فلسفہ نہیں۔ طاقتوں کے اظہار کے لئے بہت حد تک خاص واقعات اور خاص حالات کی ضرورت ہے۔ دفتروں میں جو لوگ محرر کلرک یا چپراسی لگے ہوئے ہیں انہیں کیا علم کہ ان کے اندر کتنی بے پناہ طاقتیں موجود ہیں۔ اگر انہیں بھی موقعہ اور ذمہ داریاں میسر آجائیں تو وہ بھی بڑے بڑے کام انجام دے سکتے ہیں۔

ایک بچے کو اگر ہم اُٹھا کر ہی پھرتے رہیں۔ گرنے کے خوف سے اُس کو چلنے کا موقعہ ہی نہ دیں تو لازمی طور پر اس کے چلنے کی طاقت سلب ہو جائے گی۔ اور وہ لُولا بن جائے گا۔ یہی اُصول دیگر دنیاوی کاموں کی ترقی پر حاوی ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ چاہتے ہیں کہ اُنکے بچے دُنیا کی تگ و دو میں پیش پیش رہیں انہیں واجب ہے کہ وہ ان پر ابتدا سے ہی ذمہ داریاں ڈالیں۔ انہیں محنت اور تکلیف برداشت کرنے کا خوگر بنائیں ورنہ اگر وہ ان کے منہ میں خود ہی نوالہ ڈالتے رہیں گے تو ذرا سے مخالف حالات آنے پر وہ ختم ہو جائیں گے۔

یہ تو ہے اس دُنیا کی ترقی کی بات۔ پرلوک کے متعلق بھی یہی نیم کام کرتا ہے۔ جو آدمی یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اس کو انسانی جامہ کس مقصد کے لئے ملا ہے۔ اُس کی منزل مقصود کیا ہے اور اس منزل پر پہنچنے کا وہ تہیہ کر لیتا ہے۔ انسانی ذمہ داری کو جان لیتا ہے تو وہ ادھیا تمک میدان میں منزلیں مارتا ہوا اپنے اصلی

مقام پر جا پہنچتا ہے وہ انیک پرکار کے سادھنوں کی تکلیف سے نہیں گھبراتا بلکہ دیدہ دانستہ ایسے سادھن کام میں لاتا ہے کہ جو جلد از جلد اس کو اصلی مقام پر پہنچا دیں اور یہی اس کی کامیابی کا راز ہوتا ہے۔

کم از کم میرا انوبھو تو یہی ہے کہ ادھیاتمک کشیتر میں بھی وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں اور اپنے منشیہ جنم کی سپھلتا کی ذمہ داری بھی وہی محسوس کرتے ہیں کہ جو اس دُنیا کی تگ و دو میں اپنی ذمہ داری کو پہچان کر اسے پورے طور پر نباہتے ہیں۔ اس کے خلاف جو لوگ یہاں کاہل الوجود اور ڈھلاڑ بنکر دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنا چاہتے ہیں اُن کا پرلوک بھی نہیں سُدھر سکتا۔ ذمہ داری کا احساس کرنے والے نے تو صرف کانٹا ہی بدلنا ہے۔ ایک طرف کی ذمہ داری کو چھوڑ کر دوسری طرف کی اختیار کر لینی ہے۔ لیکن آرام پسند اور سست الوجود انسان کے لئے نہ یہاں کامرانی ہے اور نہ آگے شادمانی ہی ہے۔ اوم۔ شم۔

شنکا سمادھان

پرم ستوگن کا پھل

پرشن :- جیسے سمندر کے اندر لہریں اُٹھتی ہیں اسی طرح من کے اندر خیالات اُٹھتے ہیں۔ ان کو قابو کرنا واقعی ہوا کو مٹھی میں بند کرنا ہے۔ گیان درشٹی سے دیکھا جاوے تو میرا (مجھ آتما کا) اِس من سے کچھ بھی سمبندھ نہیں۔ کیوں کہ مَیں اس من کا ساکھشی ہُوں یعنی اچھے بُرے تمام خیالات کے اُٹھنے اور نہ اُٹھنے کو دیکھنے والا ہُوں۔ اس لئے مَیں من سے نیارا ہوں۔ من نہیں ہُوں" اس طرح وچار کرنے پر اس من کا زور کم ہو جاتا ہے اور شانتی اور آنند کا انوبھو ہوتا ہے۔ لیکن یہ اوستھا سدا ایک رس نہیں رہتی۔ اس کا کیا کارن ہے۔ نیز اس گیان رُوپی اوستھا کو قائم رکھنے کا کیا اُپاؤ ہے؟

"مہر چند"

اُتر :- پرکرتی کے تین گُن ہیں۔ ست۔ رج اور تم۔ جس اوستھا کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ وہ اوستھا پرم ستوگن کا پھل ہے۔ رجوگن میں من چنچل رہتا ہے۔ اور تموگن میں مُوڑھتا ہوتی ہے۔ لیکن صرف ستوگن کے بڑھنے پر ہی اپنے گیان سروپ آتما کا ٹھیک طور پر انوبھو ہوتا ہے۔ اور من کی چنچلتا دُور ہوتی ہے۔ اس لئے ستوگن کو بڑھانے اور رجوگن تموگن کو دبانے کی ہی سدا کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ ستوگن کی پردھانتا ہی پرم سُکھ اور پرم شانتی کا موجب ہوتی ہے۔ لیکن رج اور تم کو دبا کر ستوگن کو بڑھانے کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ (۱) بیوپار ستوگنی ہو یعنی سچائی پر مبنی ہو۔ اُس میں نہ ہی چھل فریب ہو۔ اور نہ ہی لوبھ لالچ ہو۔ محض فرض سمجھ کر کیا جاوے۔ پھل کی بھاؤنا سے رہت یعنی

نشکام ہو۔ (۲) خوراک ستوگنی ہو۔ یہاں تک کہ پیاز اور لہسن کا بھی استعمال نہ کیا جاوے۔ شَوچ اور پوترتا شاستر آگیا انوسار ہو۔ بازار کی چیزوں کے کھانے میں خاص پرہیز ہو۔ شیشے اور چینی کے برتن جن کو تموگنی پرش استعمال کرتے ہوں اُن میں بھی جل پان کرنا ستوگنی برتی کو تموگن میں تبدیل کر دیتا ہے۔ صفائی کے علاوہ پوترتا کا بھی دھیان رکھنا اتی اوشیک ہے۔ برہماکار برتی کو بنانے اور اُس پر آروڑھ ہونے کے لئے بڑے یتن کی ضرورت ہے۔ اہم برہم اسمی کہہ لینا تو آسان ہے۔ لیکن ہر وقت اُس کا انوبھو کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے اس کے لئے ست سنگ اور ست شاستر کا وچار اور آہار وہار شُدھ ہونا چاہیئے۔

ایشور کی ہستی کا ثبوت

پرشن :- جو چیز دکھائی نہ دے اور محض خیالی ہو۔ اُسکی ہستی کا کیسے یقین کیا جاوے۔ مذہب نے خُدا یا ایشور کا تصوّر بٹھانے کے لئے کافی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی موجودہ وقت کے دانا اور عقلمند لوگوں نے اس خیال کو ایک وہم کے سوائے کوئی وقعت نہیں دی۔ اگر واقعی کوئی خدا یا پرماتما یا واہگورو ہے۔ تو کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی کو نظر تو آنا چاہیئے۔ جو چیز محض خیالی ہو۔ اور آنکھوں سے دکھائی نہ دے۔ اُس کو ماننا قطعاً جہالت ہے۔ اور بھولے بھالے لوگوں کو غلط راستے پر چلا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہے۔

"گمنام"

اُتر :- آپ نے فرمایا کہ جو چیز آنکھوں سے دکھائی نہ دے اُس کو ماننا دانائی میں شامل نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اِس سنسار میں بیشمار ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتیں

لیکن سُنی جاتی ہیں۔ چکھی جاتی ہیں۔ سپرش کی جاتی ہیں سونگھی جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہوا ہے۔ اُس کو دیکھا نہیں جاتا لیکن سپرش کیا جاتا ہے۔ پنکھا کرنے سے وہ پرتکھش معلوم ہوتی ہے۔ سانس کے ذریعہ اپنی ہستی کا پُورا ثبوت دے رہی ہے۔ لیکن آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی۔ اب آپ ہی جواب دیجئے کہ کیا ہوا نہیں ہے! روٹی کے بغیر آپ کئی سال زندہ رہ سکتے ہیں۔ پانی کے بغیر بھی ہفتہ دو ہفتہ یا مہینہ دو مہینے آپ زندہ رہ سکتے ہیں۔ لیکن ہوا کے بغیر ایک سکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ گویا ہوا آپ کی زندگی کا ثبوت ہے۔ لیکن چونکہ ہوا آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی اس لئے کیا آپ اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں! سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر ایک وستو میں اگنی موجود ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی۔ چقماق پتھر کو رگڑنے اور خاص قسم کے دو لکڑی کے ٹکڑوں کو رگڑنے سے لوگ اگنی پرگٹ کر لیتے ہیں۔ اگنی پہلے سے موجود تھی لیکن سادھن کرنے سے پرگٹ کی گئی۔ دودھ میں مکھن موجود ہے۔ لیکن اس کو بلو لینے سے ہی مکھن پراپت ہوتا ہے۔ آپ نے امریکہ۔ افریقہ۔ انگلینڈ وغیرہ کئی دیش آنکھوں سے نہیں دیکھے۔ لیکن کیا آپ اُن کو نہیں مانتے؟! اس لئے آپکی یہ دلیل کہ جو چیز آنکھوں سے دکھائی نہ دے اسکو ماننا جہالت ہے۔ دُرست نہیں۔ رشی مُنیوں پیر پیغمبروں اور یوگی پُرشوں نے پرماتما کا انوبھو کیا ہے اور اسکی پراپتی کے لئے کئی سادھن بتائے ہیں۔ اس لئے ہمیں اُنکے تجربات پر یقین کر کے پرماتما کو جاننے کا یتن کرنا چاہیئے۔ منش شریر پرماتما کے گیان کو حاصل کرنے کے لئے ہی ملا ہے۔ اور اسی شریر میں یہ جیو آتم گیان کو پراپت کر کے مُکت ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس منش شریر کو آستک بن کر سپھل بنائیے۔ اور ایشور کی پراپتی کا یتن کیجئے۔ تاکہ موت کے وقت آپ کو پچھتانا نہ پڑے

چندہ بھیجتے وقت یہ لکھیں کہ میں نیا خریدار ہوں یا پُرانا خریدار ہوں، تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ "منیجر"

نیتی اور دھرم کا اپدیش

(۱) سنسار میں سبھی جگہ۔ دھنی لوگ ہی بلوان گنے جاتے ہیں۔ راجہ لوگ بھی دھن ہی کے کارن سب کے سوامی بنے رہتے ہیں۔ دھن ہی کے پربھاو سے سب لوگ، بلی اور پنڈت ہوتے ہیں۔ دھن ہین ہونے سے منش کے سبھی کام اس پرکار بگڑ جاتے ہیں۔ جیسے گرمی میں سب چھوٹی ندیاں سوکھ جاتی ہیں۔ جس کے پاس دھن ہے۔ اُسکے سب لوگ مِتر ہیں۔ اُس کے ہی بھائی بندھو ہیں۔ وہی سریشٹھ پُرش کہلاتا ہے۔ اور وہی سچا پنڈت کہلاتا ہے۔

جس کا لڑکا نہیں اور جس کا سچا مِتر نہیں۔ اس کا گھر سُونا ہے۔ مُورکھ کے لیئے سب دشائیں سُونی ہیں۔ اور دردری (غریب) کے لیئے سب کچھ سونا ہے۔ دردرتا (غریبی) اور مرنا ان دونوں میں مرنا ہی اچھا ہے۔ کیونکہ مرنے میں تو تھوڑی دیر ہی کلیش ہے لیکن غریبی میں تو سدا اگنڈیٹ ہی کشٹ ہے۔

پُرش کی وہی اندریاں ہیں۔ وہی بُدھی ہے۔ وہی نام ہے۔ پرنتو جب اُس میں دھن کی گرمی نہیں رہتی تو چھن بھر میں ہی اس کی دشا بدل جاتی ہے۔ دیکھو یہ کیسی آشچریہ کی بات ہے۔ بُدھیمان منش کو چاہیئے کہ وہ دھن کا اپارجن کرنے میں خوب محنت کرے۔ دھن کو کبھی ضائع نہ ہونے دیوے مطلب پرستوں اور احسان فراموشوں سے دھن کو بچائے۔ آمدن بڑھائے اور خرچ کم کرے۔ اگر بیوپار میں دھن کا ناش ہو جاوے تو کسی کو ظاہر نہ کرے دھن کا ناش من کا تاپ گھر کی بُرائی۔ کسی سے ٹھگا جانا۔ اپنا پاپ کرم اور اپنے اپمان کو کسی کے سامنے پرکاشت نہ کرے۔

آیو۔ دھن۔ گرہ کا کلنک۔ منتر۔ میتھن۔ اوشدھ۔ تپ دان اور اپمان۔ ان نو باتوں کو بہت ساودھانی سے چھپانا

تاریخ کا ایک سُنہری ورق

(از لالہ کانشی رام چاولہ)

مغل راج کے زمانہ کی بات ہے جبکہ شاہی فوجوں اور راجپوتوں کی باہمی ٹکر ہو رہی تھی اکبر بادشاہ اسوقت تخت نشین تھا۔ اکبر نے چتوڑ کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ راجپوت۔ راجپوتنیاں اور راجپوت بچے سب اس قلعے میں گھر گئے تھے۔ کئی بار راجپوت بہادر کیسری لباس زیب تن کر کے اپنی جان پر کھیل کر قلعے سے باہر نکلے اور محاصرین سے دو دو ہاتھ لئے لیکن ایک تو اُن بیچاروں کی تعداد بہت تھوڑی ہوتی تھی دوسرے اِن کے پاس سوائے ڈھال تلوار کے اور کوئی ہتھیار نہ تھا جبکہ اکبر کی فوجیں بندوقوں اور گولہ بارود سے مسلحہ تھیں۔ بھلا گولی کے سامنے بہادر سے بہادر تلوار کا دھنی بھی کیا کر سکتا ہے۔ ہر بار جب راجپوت مقابلہ کے لئے باہر آئے انہیں شاہی فوجوں کی گولیوں نے ٹھنڈا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایک راجپوت نوجوان اور بچہ اپنے ملک اور دھرم کی آن و شان پر قربان ہو گیا۔ لیکن واہ رے راجپوت بہادرو! کسی نے جیتے جی ہار نہیں مانی۔ کسی نے دشمن کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور اس طرح کسی نے راجپوت قوم پر غلامی کا دھبہ نہیں لگنے دیا۔

راجپوت مردوں کا ہی کیا کہنا۔ راجپوت دیویاں جنکی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی اور جن میں چھوٹی چھوٹی عمر کی بچیاں بھی شامل تھیں دھکتی چتاؤں میں بیٹھ کر جل گئیں تاکہ اِن کے جسم کو دشمن نہ چھو سکے۔ اور اس طرح اپنی پوتر کُل کو کلنک نہیں لگنے دیا۔

شاباش ہے تم کو راجپوت للناؤ! مرحبا تم پر ہندو دیویو! ایسی مثال کسی بھی اور ملک یا قوم میں نہ دیکھی گئی نہ سُنی گئی۔ موت سے انسان کتنا ڈرتا ہے۔ سب سے بڑا خوف انسان کو موت کا ہوتا ہے لیکن اپنے دھرم کی حفاظت کے لئے نازک بدن سیمیں تن سُندریوں کا جلتی آگ کی بھٹی میں خوشی خوشی بیٹھ جانا۔ کتنی بڑی بہادری کی بات ہے آفریں! صد آفریں!!

کافی عرصہ تک گھمسان کا معرکہ پڑا لیکن جب راجپوت لوگوں نے ایک ایک کر کے اپنا بلیدان دیدیا اور انجام کار جے مل بھی مارا گیا اور اس کے ننھے ننھے بچے بچیاں بھی شہید ہو گئے۔ تب رانی کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اس نے پہرہ دار راجپوتوں کو بھی اپنے ہاتھ سے پان کا بیڑا دے کر قربان ہو جانے کی اجازت دی۔ اور رہی سہی استریوں کو چتا پر جلنے کی خوشخبری سُنائی۔

یہ خبر چتوڑ کے گرد و نواح میں آگ کی مانند پھیل گئی رانی قلعہ سے باہر ہوئی تو وہ بھی اپنی تلوار کے جوہر دکھاتی لیکن وہ بھی گھری ہوئی تھی۔ اس لئے دوسرا جوہر دکھایا۔ رانی کے ارادہ کی خبر پاتے ہی دیہات سے راجپوت سورما جوق در جوق قلعے کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ جس نے سُنا وہی جو بھی ہتھیار ہاتھ لگا سنبھال کر آپہنچا چنانچہ سب نے مل کر قلعہ کی حفاظت کے لئے اپنا گھیرا بنا لیا۔ بے خوف راجپوت بہادر سمندر کی لہروں کی طرح جھپٹتے ہوئے شاہی فوج کو تہ تیغ کرنے کے لئے بھوکے بھیڑیوں

کی طرح ٹوٹ پڑے۔ دونوں فوجوں کا سخت مقابلہ ہوا۔ جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ مقابلتاً راجپوت فوج گنتی میں بہت کم اور صرف لاٹھی تلوار سے مسلح تھی تاہم ان جانفروش ویروں نے جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک ایک راجپوت دس دس مخالفین کو زمین پر سدا کی نیند سُلاکر خود بھی شہید ہو جاتا تھا۔ اکبر دور سے کھڑا ہوا راجپوتوں کی بہادری کے کرشمہ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ انکی جانبازی کے نظاروں کا مشاہدہ کرکے بار بار اس کے مُنہ سے یہی لفظ نکلتے تھے "آہا اگر میرے پاس دس بیس دستے بھی ایسے راجپوتوں کے ہوتے تو میں آسانی سے دُنیا بھر کو فتح کر لیتا۔"

سب راجپوت ایک ایک کر کے کٹ مرے۔ جنگ ختم ہوگئی لیکن کسی ایک بھی راجپوت نے زانو نہ ٹیکے۔ دوسری طرف قلعہ میں دھوئیں کا پہاڑ اُٹھ رہا تھا۔ ایک تڑاکے کی آواز کے ساتھ آگ بھڑک اُٹھی اور آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ راجپوت دیویوں نے اپنا جوہر برت پورا کیا۔ چنانچہ نہ کوئی راجپوت بچا نہ راجپوتنی۔ اکبر کے ہاتھ کیا آیا قلعہ کے باہر تو مردوں کے ڈھیر اور اندر خاک کے ڈھیر اور جلی ہوئی ہڈیاں۔ مکان بھی سب ٹوٹ پھوٹ چکے تھے۔ یہ رقت انگیز نظارے دیکھ کر اکبر کے دل پر چوٹ لگی اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔ اوہو! سلطنت کو بڑھانے کے لئے کتنی تباہی مچتی ہے اور کتنی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو راجپوت اس جنگ میں کام آئے تھے اُن کے جنیوؤں کا وزن کیا گیا تو ۷۴½ من اُترے۔ تب سے ہندوؤں میں رواج ہے کہ اگر کوئی خفیہ خط لکھنا ہو تو اس پر ۷۴½ کا ہندسہ لکھ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس خط کو صرف وہی کھولے اور پڑھے جس کا نام اوپر لکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی دوسرا کھولے گا تو اسکو سوا چوہتر من جنیؤ پہننے والوں کے خون کا پاپ لگے گا۔

اکبر اپنی اس ظالمانہ کارروائی پر پچھتا رہا تھا کہ اتنے میں کئی مسلمان مسلحہ سپاہیوں نے ایک بڑے خوبصورت باریب ڈھال تلوار سے مسلح ایک نوجوان کو اس کے روبرو پیش کیا۔ سپاہیوں نے اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ اُس کے چہرے پر بانکپن کے آثار نمایاں تھے۔ آنکھیں خون اُتر آنے سے انگارے کی طرح سُرخ ہوئی ہوئی تھیں تب اکبر اور اس کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

اکبر:۔ تم کون ہو؟

نوجوان:۔ میں مرد نہیں ہوں۔ استری ہوں۔ اپنے پتی کی لاش کی تلاش میں یہاں آئی ہوئی ہوں۔

تمہارا نام کیا ہے؟

میرا نام لاجونتی ہے۔

تم کہاں رہتی ہو؟

میرا گھر ڈونگر پور میں ہے۔

یہاں سے ڈونگر پور کتنی دوری پر ہے اور تم یہاں کیسے آئیں؟

فاصلہ تو بہت ہے۔ لیکن میں نے سُنا کہ چتوڑ میں راجپوت استریوں کا جوہر ہونے والا ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ لگا کہ راجپوت مرد اور عورتیں دونوں دھرم کی ویدی پر بلیدان ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس خوشخبری کو سُنکر میرا پتی تو پہلے ہی چلا آیا تھا۔ مجھے بعد میں خبر ملی۔ میری زبردست خواہش تھی کہ خوش قسمت راجپوتنیوں کی طرح مجھے بھی اس عصمت کی چتا پر جلنے کا مبارک موقع ملے۔ لیکن میرے آنے سے پیشتر ہی وہ موقعہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ جن میری بہنوں کی قسمت تیز تھی وہ چتا پر بیٹھ کر پتی لوک کو روانہ ہو چکی تھیں۔ وقت نکل جانے کی وجہ سے میں اس قافلہ سے بچھڑ گئی تھی۔ لیکن ایک ہندو عورت اس سے محروم کیسے رہ سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ اب اپنے پتی کی لاش تلاش کروں اور اس کو لے کر اس کے ساتھ اپنے اس فانی جسم کو ختم کرکے اپنی بہنوں کے گئے ہوئے ٹولے میں جا کر شامل ہوؤں۔ اس لئے اس لاش کو ڈھونڈنے کے لئے ہی یہاں میدان جنگ میں آنکلی جہاں پر مجھے ان بے رحم ظالم سپاہیوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور تیرے سامنے

لاکر پیش کیا۔ اب میں کہہ نہیں سکتی کہ تیرے دل میں مالک رحم ڈالے گا یا نہیں اور تو مجھے اس نیک عمل کی تکمیل کرنے دیگا یا نہیں۔ اپنے سوامی کے اس دُنیائے فانی کو چھوڑ جانے کے بعد زندہ تو میں رہ ہی نہیں سکتی لیکن سوال صرف یہ ہے کہ اب مجھے پتی دیو کی لاش کو گود میں رکھ کر یہاں سے اس کے پیچھے جانے کا موقعہ ملتا ہے یا اکیلے کسی اور ڈھنگ سے روانہ ہونا ہوگا۔

اکبر۔ اس بہادر راجپوتنی لاجونتی کی یہ دلیرانہ اور بے باکانہ باتیں سُنکر دل ہی دل میں سخت حیران ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا "میں ہندوستان کا شہنشاہ ہوں۔ بڑے سے بڑے لوگ مجھ کو حضور والا۔ جہاں پناہ اور خُداوند کہہ کر ہاتھ باندھے ہوئے اور کانپتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں لیکن یہ لڑکی کتنی نڈر ہے۔ کتنی بے خوف ہے۔ جو مجھ کو تُو تُو کہہ رہی ہے اور میرے سپاہیوں کو ظالم اور سفاک بتاتی ہے اور میری شان میں بھی ایسے بے باکانہ الفاظ استعمال کر رہی ہے شاباش ہے اس کے حوصلے اور دلیری پر۔ یہ سوچتے سوچتے اس نے پھر پوچھا۔

اکبر۔ لڑکی! کیا تو مجھ کو جانتی ہے اور مجھے پہچانتی ہے کہ میں کون ہوں؟

لاجونتی۔ جی ہاں جانتی ہوں اور خوب پہچانتی ہوں کہ تیرا نام اکبر ہے اور تو ہی ہمارے دھرم اور کرم کا دشمن ہے۔

اکبر۔ تو جو ایسی گستاخی سے میرے سامنے بول رہی ہے کیا تجھے مجھ سے خوف نہیں آتا۔ کیا تو میری طاقت سے ناآشنا ہے؟

لاجونتی (ایک نفرت بھری مسکراہٹ ہونٹوں پر لاکر) خوف؟ خوف انسان کو اُسی دم تک ستاتا ہے جب تک اُسے اپنی جان پیاری لگتی ہے۔ میری اصلی جان تو میرا پتی اپنے ساتھ لے گیا ہے اب تو صرف اس ڈھانچے کو کچھ دیر کے لئے کھڑا رکھنے کے لئے میری حقیقی جان کا سایہ ہی اس میں موجود ہے۔ پھر خوف کس بات کا۔ یہ سایہ تو اپنے اصل کے پیچھے جانے کے لئے بیتاب ہو رہا ہے پھر خوف کیسا اور کس کو ہو سکتا ہے؟

اکبر۔ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ تیرا خاوند لڑائی میں مارا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھاگ گیا ہو اور ابھی زندہ ہو۔

لاجونتی۔ اکبر تو نہیں جانتا کہ راجپوت کیا شے ہے راجپوت اور جنگ سے بھاگنا۔ دونوں متضاد باتیں ہیں۔ اسے تو دھرم یدھ بڑی خوش قسمتی سے ملتا ہے۔ راجپوت پتنگا جنگ کی روشنی سے پرے کیسے جا سکتا ہے۔ یہ تیری بھول ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ جنگ سے کبھی بھاگ نہیں سکتا۔ اور اپنے دھرم سے کبھی گر نہیں سکتا۔ لیکن اگر میں ایک سکنڈ کے لئے آپ کے خیال کو بھی مان لوں کہ میرا پتی جنگ میں پیٹھ دکھا کر اپنے پیچ پران بچا کر چلا گیا ہے تو اس صورت میں بھی میرے لئے وہ مر چکا ہے۔ ... بزدل اور دھرم ہین انسان کو زندہ ... راجپوتی شان مر چکی بس ہیں تو اس راجپوتی ... اپنی جان دیدوں گی۔ میں نے اس چلتی پھرتی ... کرتا ہے۔ لیکن یہ تو میں نے سرسری طور پر بات کہی۔ مجھے ... فیصدی یقین ہے کہ میرا پتی اس فانی جسم کو دھرم کی ویدی پر قربان کر کے اپنے دھرم کو پورا کر چکا ہے۔ اگر یقین نہیں تو چل میرے ساتھ۔ میں تجھے اس کی لاش دکھا سکتی ہوں اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکی ہوں اس کی مجھ کو ضرورت بھی ہے۔

اکبر۔ تیری اس کے ساتھ شادی کب ہوئی تھی؟

لاجونتی۔ شادی نہیں، صرف سگائی ہوئی تھی۔ شادی ہونے والی تھی کہ تُو نے چتوڑ پر حملہ بول دیا۔

اکبر۔ (کچھ حیرانی سے اور مسکراتے ہوئے) تب تو وہ تیرا شوہر نہیں ہے۔ ابھی باقاعدہ تمہارا گٹھ جوڑ تو ہوا ہی نہیں۔ اس لئے شادی ہوئے بغیر وہ تیرا پتی نہیں کہا جا سکتا۔ جا تو گھر لوٹ جا۔ تیری شادی کسی اور سے ہو جائے گی۔

رنج کے باعث لاجونتی کی آنکھیں پہلے ہی سُرخ ہو رہی تھیں۔ اکبر کے یہ الفاظ سُن کر لاجونتی غصہ سے بھر گئی اور اس کی آنکھیں انگارے برسانے لگیں۔ اور وہ جوش میں آکر

گرج کر بولی " اکبر تو بادشاہ ہے۔ تجھے کئی قسم کی طاقت حاصل ہے۔ لیکن کیا ایشور نے تجھے یہ بھی شکتی دی ہے کہ کسی باعصمت ہندو عورت کے بارہ میں تو اس قسم کے بے ادبی کے کلمات اپنی زبان سے کہنے کی جرأت کرے۔ اور اس کی بے عزتی کرے!

اکبر (کچھ گھبرا کر) نہیں بیٹی میں تیری بے ادبی اور بے عزتی کرنا نہیں چاہتا۔ میدان جنگ میں تو دونوں طرف کے سپاہیوں کے کشتوں کے پشتے یعنی لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ان میں تیرے منگیتر کی لاش ڈھونڈ نکالنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن اگر تجھ میں ہمت ہے تو جا اسے ڈھونڈ لے اور جیسا تیرا جی چاہے کر۔ میں تو صرف تیری تکلیف کا خیال کرتے ہوئے ایسا کہہ رہا تھا

لاجونتی۔ اے بادشاہ سُن ہندو لڑکی کا دان بار بار نہیں ہوتا۔ پر تو نے کہا ہے کہ میں کسی اور سے شادی کر لوں اول تو جس سے میرا اک دان ہو چکا ہے اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں ہو سکتی لیکن ویسے بھی تمہارے مشورہ پر عمل کرنا ممکن نہیں کیونکہ آپ نے کوئی راجپوت زندہ ہی نہیں رہنے دیا۔

اکبر۔ بیٹی یہ تو تیرا خیال غلط ہے۔ سینکڑوں راجپوت لڑائی میں شامل ہی نہیں ہوئے اور بہت سے میدان جنگ سے بھاگ کر چلے گئے ہیں۔ اس لئے یہ درست نہیں ہے کہ سب راجپوت ختم ہو چکے ہیں۔

لاجونتی۔ جو دھرم یدھ کے ڈنکے پر چوٹ پڑی سُن کر اس میں شامل نہیں ہوئے یا جو رن بھومی سے پیٹھ دکھا کر چلے گئے ہیں وہ تمہاری نظر میں راجپوت ہوں گے۔ میری نگاہ میں وہ گیدڑوں اور کُتوں سے بھی بدتر ہیں ان سے شادی کرنا تو دُور کی بات رہی۔ میں اُن پر تھوکنا بھی نہیں چاہتی۔

اتنا کہہ کر لاجونتی نے کہا کہ میں آپکی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے آزاد کر دیا۔ چنانچہ۔ وہاں سے وہ روانہ ہو کر میدان کارزار میں گئی اور وہاں اپنے پتی کی لاش کو ڈھونڈ نکالا اور اُسے اُٹھا کر ایک علیحدہ مقام پر لے گئی۔ وہاں لکڑیوں کی چتا بنا کر لاش کو اُس پر رکھ دیا اور پانچ بار اس کی پرکرما کر کے اسے آگ لگا دی۔ جب چتا جلنے لگی تب دیوی کی طرح سوامی کو گود میں بیٹھا لیا اور چُپ چاپ بڑے شانت بھاو سے اپنے پتی کی لاش کے ساتھ بھسم ہو گئی۔

ان جوہر کرنے والی بہادر ہندو دیویوں میں ہندو دھرم کی انوکھی دھج تھی۔ وہ سبھی جپ تپ بھگتی گیان۔ ویرتا اور تیاگ کی زندہ مورتیاں تھیں۔ سچا ہندو وہ ہے جسے اپنے خاکی جسم سے موہ نہیں بلکہ آتما سے پریم ہے۔ جو انسان جسم کو فانی سمجھ کر آتما سے ناتا جوڑتا ہے وہ مرنے سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے اپنی آتما کے اجر امر ہونے کا یقین ہوتا ہے جو موت سے خائف ہے وہ سچا ہندو نہیں اور نہ ہی اُسے بھگتی گیان اور پریم کی ماہیت کا علم ہے۔ اسلئے اے انسانو! رنج و غم چھوڑ کر۔ فکر و تشویش سے دُور رہ کر ہمیشہ پربھو کا بھجن کرو۔ جوں جوں ایشور میں پریم بڑھتا ہے۔ توں توں شریر کا موہ کم ہوتا ہے۔ سچی ایشور بھگتی پیدا ہونے یا اس کے بڑھنے کی علامت ہی یہی ہے کہ انسان کی اپنے جسم سے آسکتی کم ہو جاتی ہے اور انت میں محض ستیہ سروپ پرماتما ہی سامنے رہ جاتا ہے۔ اور سب پدارتھوں کا دھیان چھوٹ جاتا ہے۔ ایشور کا بھجن ہی سکھ رُوپ اور اس کو بھول جانا ہی پربل دُکھ روپ ہے۔ اس لئے گوسائیں جی نے کہا ہے۔

دُکھ ہنومنت جانئے سوئی۔ جب پربھو سمرن بھجن نہ ہوئی

لاجونتی نے اپنے پتی پریم میں مستانی ہو کر اپنے پران تیاگے۔ ہم سب کا بھی ایک پتی ہے جو بھُوتک پتیوں سے بہت بڑا ہے۔ اس لئے کیوں نہ ہم بھی اس پرم پتی پرمیشور کے پریم میں دیوانے ہو کر اپنا سب کچھ بھول جائیں اور پرم سکھ کے بھاگی بن سکیں۔ اوم شم۔



کردار

1 برہمچاری اشٹابکر ... رشی کہوڑ کا وِدّوان پُتر۔
2 ویدوتی .... رشی کہوڑ کی پُتری۔
3 رشی کہوڑ .... ایک وِدوان رشی۔
4 راجہ جنک .... جنک پوری کے راجہ
(ان کے علاوہ راون موہنی۔ درباری رشی راکشش وغیرہ۔

"منظر اول"

جنگل جھونپڑی رشی کہوڑ۔ رات کا وقت ہے۔

رشی کہوڑ جھونپڑی کے باہر ایک درخت کے نیچے تپسیا کر رہے ہیں جھونپڑی کے اندر رشی کہوڑ کی پتنی جو گرہ وتی ہے پڑی ہے۔ اور پاس ہی رشی کہوڑ کی پُتری ویدوتی پڑی ہے۔ اتنے میں بن سے دو راکشش ماریچ سباہو آتے ہیں۔

سباہو۔ کیوں بے بُڈھے کھوسٹ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ارے مانس نہیں کھائے گا شراب نہیں پیئے گا۔ ارے چھوڑ یوجا پاٹھ کو دیکھ ہم تیرے لئے مانس اور شراب لائے ہیں۔ آنکھیں کھول چُپ چاپ کیوں بیٹھا ہے۔ کھا پی اور مزے اُڑا۔

مارِیچ:۔ اے بھائی یہ تو بولتا ہی نہیں معلوم ہوتا ہے اسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ چھوڑو بھی کہیں اور جگہ شکار مار کر کھائیں۔ سچ پوچھو تو بھائی دو موٹے تازے ہاتھی سینکڑوں بن کے جانور اور ہزاروں پشو پکشی کھا گیا اور کئی گھڑے شراب پی گیا مگر پھر بھی پیٹ نہیں بھرا۔

سباہو۔ تو پہلے اس کا ہی شکار کر کے اپنا پیٹ بھریں۔

مارِیچ۔ نہیں یار اسے آج چھوڑ دو پھر کبھی کھائیں گے۔

لے بُڈھے مانس کھا شراب پی

(مانس ملدا رشی پر پھینک کر جاتے ہیں۔)

موہنی (کراہ کر) اوہ پیٹ میں بڑا درد ہے بیٹی ویدوتی۔

ویدوتی۔ ہاں ماتا جی (اُٹھکر) کیا آگیا ہے۔

موہنی۔ بیٹی تھوڑا جل ...... بہت پیاس لگی ہے۔

ویدوتی۔ بہت اچھا ماتا جی ابھی جل لاتی ہوں (گھڑے کو سوکھا دیکھکر) اب کیا کروں جل تو ہے ... ہے۔ کہو تو ندی سے لے آؤں۔

موہنی۔ میں کیسے کہوں بیٹی ابھی تو سورج بھی نہیں نکلا ... آہ پرنتو گلا سوکھا جا رہا ہے ...... آہ جل ......

(ویدوتی گھڑا لے کر ندی کی طرف چل دیتی ہے۔ رشی پولھیٹ ناتھ ویدوتی کو جاتے دیکھ لیتا ہے۔ اور راستے میں آنکھیں بند کر کے تپ کرنے لگتا ہے۔ ویدوتی پاس سے گذرتی ہے پولھیٹ ناتھ پیچھے ہو لیتا ہے۔)

منظر دوئم۔

ندی کا کنارہ۔ (ویدوتی ساگر میں نہا رہی ہے۔ اُدھر آسمان پر راون کا بوان گذرتا ہے۔ راون ویدوتی کی خوبصورتی کو دیکھ کر بوان نیچے اتارتا ہے۔ ویدوتی گھڑا بھر کر جانے لگتی ہے۔

راون۔ بھدرے تم کون ہو۔ تم اتی سندر ہو۔ تم کہاں رہتی ہو

ویدوتی۔ (گھبرا کر) میں رشی کنیا ویدوتی۔ پرنتو تم کون ہو۔

راون۔ اوہ میں راون ہوں۔ جسے تمام برہمانڈ جانتا ہے جس نے اپنے تپ و بل سے سنسار کی تمام شکتیوں کو بس میں کر رکھا ہے۔ بڑے بڑے دیوتا جس کے سامنے جھکتے ہیں۔

جس نے کال اور شکتی کو اپنے پلنگ سے باندھ رکھا ہے۔ جو امر اجر اور تر لوکی ناتھ ہے۔

ویدوتی۔ ابھیمانی اپنا بکھان کرنے سے پہلے میں پوچھ سکتی ہوں کہ میرے پاس آنے کا کیا کارن ہے۔؟

راون:۔ سندری میں تیری سندرتا کو دیکھکر موہت ہو گیا ہوں میں تجھے لینے آیا ہوں تاکہ تجھے اپنے محلوں کی رانی بناؤں۔ اے سندری ان جنگلوں کو چھوڑ اور محلوں کے سکھ بھوگ۔

ویدوتی:۔ بس بس لنکیش۔ اتنا نہ بڑھ تیرے بڑے محل میرے لئے مٹی سمان ہیں۔ میں کہتی ہوں لنکیش ان نیچ وچاروں کو بدل دے اور اپنا راستہ لے۔

راون:۔ سندری تم میرا اپمان کر رہی ہو مجھے زبردستی تمہیں اٹھا کر لے جانا پڑے گا۔ (ویدوتی کی طرف بڑھتا ہے)

ویدوتی:۔ اوہ۔ نیچ۔ پاپی۔ دور رہ۔ خبردار جو میرے انگ کو ہاتھ لگایا۔ اگر تو نے میرے انگ کو ہاتھ لگایا تو یاد رکھ شاپ دے کر تجھے بھسم کر دونگی۔

راون:۔ اوہ دیکھتا ہوں تجھے کون بچاتا ہے۔ (ویدوتی کا ہاتھ پکڑتا ہے، ویدوتی غصہ سے راون کو دیکھتی ہے آنکھوں سے آگ نکلتی ہے راون ہٹ جاتا ہے)

ویدوتی۔ اے پرتھوی ماتا۔ اس پاپی نے میرے انگ کو چھو کر مجھے اپوتر کر دیا ہے میں اب اس پاپی دنیا میں رہنا نہیں چاہتی ہوں۔ اے ماتا پھٹ جا اور مجھے اپنی شرن دے (پرتھوی کا پھٹنا) اے ماتا پتا پاپی راون نے آپ کی بیٹی کو اپوتر کر دیا۔ میرا آخری پرنام لو اب میں آپکی ادھک سیوا نہ کر سکوں گی۔ لنکیش تو بھی کان کھول کر سن لے کہ اب میں راجہ جنک کے گھر سیتا کے روپ میں جنم لے کر تیرا کال بن کر تیرا ناش کراؤنگی۔

(اتنا کہتے ہی پرتھوی میں سما جاتی ہے راون حیرانی سے دیکھتا ہے۔)

تیسرا منظر:۔ رشی آشرم (پولھبیٹ ناتھ رشی کھوڑ کے پاس آتا ہے)

پولھبٹ ناتھ۔ لے گیا۔ لے گیا رشی راج لے گیا بچاؤ اپنی کنیا کو لنکا پتی راون سے بچاؤ (شراب اور مانس دیکھکر) شیو ہری شیو ہری ماس اور مدرا اور وہ بھی رشی راج جیسے ودوان کے سامنے۔ ہری اوم ہری اوم۔ یہ پاپ۔ یہ انرتھ۔ (بھاگ جاتا ہے سب رشیوں کو لا کر) یہ دیکھو رشی راج مانس اور مدرا میں مست ہو کر ایسے بیٹھے ہیں کہ مانو سنسار میں ہی نہیں ہیں۔ رشی سماج میں یہ انرتھ ہے یہ پاپ ہے۔ تمام رشیوں کا اپمان ہے۔ انکی کنیا کو راون لے گیا ہے اور یہ رشی راج آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ رشی راج کو رشی سماج کے آگے اتر دینا ہی پڑیگا۔ اگر رشی راج اچت اتر نہ دیں تو انہیں رشی سماج سے نکال دیا جائے کیوں ٹھیک ہے؟

سب رشی۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ رشی راج کو اس پاپ کا دنڈ اوشیہ ملنا چاہیئے۔

(پولھبیٹ ناتھ سنکھ بجاتا ہے تمام رشی آتے ہیں)

رشی کھوڑ۔ (آنکھیں کھولکر) یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس سمے یہ سنکھ کیوں بجایا گیا ہے۔

پولھبیٹ ناتھ۔ رشی راج چھما کریں انرتھ ہو گیا۔ پاپ مہا پاپ آپکی کنیا کو راون لے گیا۔

رشی کھوڑ (غصہ میں) کیا کہا میری کنیا کو لنکا پتی راون لے گیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر راون نے ایسا ساہس کیا ہے تو شاپ دیکر ابھی اسکی تمام لنکا کو بھسم کرتا ہوں۔ میں ابھی یوگ سے دیکھتا ہوں۔ (سمادھی لگا آنکھیں کھولکر) تم جھوٹے ہو پاپی ہو۔ وہ دیکھو پرتھوی ساکشی ہے میری کنیا پرتھوی کی گود میں ہے۔

(پرتھوی کا ویدوتی کو گود میں لئے نظر آنا)

پولھبیٹ ناتھ۔ پرنتو یہ مانس مدرا کا پریوگ رشی پنچایت کبھی چھما نہیں کرے گی۔

رشی کھوڑ۔ تم دشٹ ہو۔ پاپی ہو۔ جھوٹے دوش لگا کلنکت کرتے ہو۔ میں خود تمہاری پاپی دشٹ سماج میں نہیں رہنا چاہتا۔ میں یہ کہہ کر جاتا ہوں کہ میں نے مانس مدرا کا پریوگ نہیں کیا (غصہ سے مدرا ماس کو ٹھوکر مارتا ہے وہ سب رشیوں پر پڑتا ہے سب رشی بھاگتے ہیں۔) دشٹ پاکھنڈی۔ ایسے دشٹوں کے ساتھ اس بن میں رہنا پاپ ہے۔

[illegible] منظر:۔

[illegible] کے بعد رشی کھوڑ اپنی پتنی کو ساتھ لے کر اس ستھان کو چھوڑ کر دوسرے بن میں چلے گئے۔ دوسرے بن میں انکی پتنی موہنی کے بطن سے ایک لڑکے نے جنم لیا۔ لڑکا ہونہار تھا مگر شکل و صورت اچھی نہ تھی اس لیئے اس کا نام بھی اشٹاوکر رکھا گیا۔ اشٹاوکر کے جنم کے کچھ دن بعد ان کا من اتنا دکھی ہوا کہ ایک رات وہ نامعلوم کہاں دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور پھر واپس نہ آئے۔ موہنی پتی کی جدائی برداشت نہ کر سکی اور